فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى آلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ،اَمَّابَعْدُ:-

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ آل عمران: ١٦٤

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر بہت بڑا احسان کیا، جب انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ یقیناً یہ لوگ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔

چنانچہ انسانیت جب گمراہی اور جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی، ہر طرف ظلم وستم کا دور دورہ تھا، اقوام عالم دینی، معاشرتی معاشی اور سیاسی بدحالی کا شکار تھیں، اس زبوں حالی کی تصویر عربوں میں کچھ زیادہ ہی نمایاں نظر آتی تھی، پاسبان حرم نے سرچشمہ توحید، بیت اللہ کو تین سو ساٹھ خداؤں کا مرکز بنا رکھا تھا، یہود ونصاریٰ دین سماوی کے علمبردار ہونے کے باوجود توریت اور انجیل کو مسخ کر کے دین حق سے دستبردار ہو چکے تھے۔

اس بے راہروی کے دور میں فاران کی چوٹیوں سے وہ آفتاب ھُدیٰ طلوع ہوا جس نے ظلمات میں ڈوبی انسانیت کونُو رِ ہدایت سے فروزاں کیا، ظلم واستبداد کی چکی میں پسے ہوئے بے کسوں کو حریت اور عدل ومساوات کا پیغام دیا۔ شرک، گمراہی اور توہمات میں گرفتار دنیا میں (لا الہ الا اللہ) کی آبیاری کی۔

یہ وہ اسلام تھا جس نے بُتان آذری کو نابود کر کے اَقوامِ عالم کو توحید کا سبق دیا۔ اس کے آنے کے ساتھ ہی تمام ادیان منسوخ ہو گئے۔

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾

بیشک اللہ کے ہاں دین صرف اور صرف اسلام ہے۔

اور باقی تمام ادیان کو ناقابل قبول قرار دے دیا گیا۔

﴿وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِیْ الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾

اور جو کوئی اسلام کے علاوہ دوسرا دین اپنائے گا، تو وہ دین اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

اور پھر اسلام کسی قوم یا قبیلے کے لئے خاص نہیں، بلکہ عالمگیر مذہب بن کر آیا ہے:

﴿ قُلْ یٰٓاَیُّھَاالنَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً﴾

ترجمہ: (اے نبی) کہہ دواے لوگو! میں تم سبھی کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں۔

حتیٰ کہ یہود ونصاریٰ پر بھی اس دین کو اپنانا فرض ہے جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس (اللہ کی) ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اس امت

میں سے جس یہودی یا عیسائی کو میری خبر ملتی ہے، پھر وہ میرے لائے ہوئے اسلام کو قبول کیئے بغیر مرجاتا ہے تو ایسے شخص کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ اور جس طرح یہ دین کسی قوم کے لئے خاص نہیں اسی طرح اس کا تعلق کسی مخصوص وقت یا زمانے سے نہیں بلکہ ہر زمانے میں لوگوں کی اصلاح وہدایت کا یہی سرچشمہ ہے، رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ میں تم میں دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ جب تک تم ان پر کاربند رہو گے گمراہ نہیں ہوسکو گے اور وہ ہیں اللہ تعالیٰ کا قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی سنت۔ اور امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس امت کے آخری دور کی بھی اسی اسلام سے ہی اصلاح ہوگی جسکو اپنانے سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی اصلاح ہوئی تھی۔

اور پھر یہی وہ دین ہے جس کو صحیح معنوں میں اپنانے والوں کو دنیا میں نصرت وتمکین اور آخرت میں جنت کی ضمانت دی گئی ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ﴾

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ) وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے۔ اگر چہ (یہ بات) مشرکوں کے لئے ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔

اور اسلام ہی وہ دین ہے جو بنی نوع انسان کو اخوت، بھائی چارے اور عدل ومساوات کا درس دیتا ہے:

﴿وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ

﴿فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَاناً﴾

ترجمہ: اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، تو اس نے تمہارے دلوں کو ملا دیا اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان نے:

﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ﴾

بے شک تم میں سے اللہ کے ہاں سب سے معزز شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

اس دین نے تمام قومی، لسانی، نسلی اور علاقائی امتیازات اور عصبیتوں کو ختم کر دیا ہے۔ چنانچہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو صرف خالق و مخلوق کے رشتہ کو استوار کرنے یا انسان کی اخروی زندگی کو سنوارنے کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ دنیا میں کامیابی و کامرانی کا راز بھی اس دین حنیف پر کاربند ہونے میں ہے اور تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب مسلمانوں نے اس دین کو حقیقی معنوں میں اپنایا تھا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و تمکین بھی ان کے ہمراہ تھی، اور جیسے ہی وہ اس دین سے دور ہوئے تو ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اور رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی جب آپ ﷺ نے فرمایا:

عنقریب (کفر کی) قومیں تم پر ایسے ٹوٹ پڑیں گی جیسے بھوکے لوگ کھانے پر ٹوٹتے ہیں، پوچھا گیا ،کیا اللہ کے رسول اس وقت ہم تھوڑی تعداد میں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم بہت زیادہ ہوگے لیکن تمہاری حالت سیلاب کے تنکوں کی مانند ہوگی (یعنی تمہاری کوئی قدرو قیمت نہیں ہوگی) اورتم میں دنیا کی محبت اورموت سے نفرت کی بیماری پیدا ہوجائے گی۔

حالانکہ مسلمان تو وہ تھے کہ جب ایک مسلمان سپہ سالار سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اتنے بہادر کیوں ہو؟ تو اس نے کہا جس قدر تم (کافر) زندگی سے محبت کرتے ہو اس سے کئی گنا بڑھ کر ہم موت سے محبت کرتے ہیں۔اور پھر کسی مسلمان کوموت کا ڈر بھی کیونکر ہو جب کہ اس کی موت اس کے لئے بہترین زندگی کا پیغام ہے۔

﴿وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتاً بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِماِ آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾

ترجمہ: اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل ہو جاتے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں۔اپنے رب کے پاس انہیں رزق مہیا ہورہا ہے،اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئےفضل وکرم پر بہت خوش ہیں۔

آج مسلمانوں کی پستی اور ذلت ورسوائی کی وجہ یہی ہے کہ وہ اللہ کے دین سے غافل ہوگئے ، دعوت الی اللہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ،اور اقامت دین جیسے عظیم منصب کو چھوڑ بیٹھے۔

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ جو قوم بھی جہاد چھوڑ دیتی ہے وہ ذلیل وخوار ہو جاتی ہے۔

چنانچہ آج بھی اگر دنیا میں معزز اور باوقار رہنے، اسلام کی عظمت رفتہ کو دہرانے اور اخروی زندگی سنوارنے کا ارادہ ہے تو پھر اسی طرح اسلام پر عمل پیرا ہونا ہوگا جیسے کہ حکم ملا ہے:

﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِيْ السِّلْمِ كَآفَةً ﴾

ترجمہ: اے اہل ایمان، اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

یعنی زندگی کے ہر شعبے اور ہر لمحے میں اسلام کی تعلیمات کو اپنانا ہوگا اور رشد وہدایت کے لئے صرف اور صرف کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

اور یہ کتاب (ارکان اسلام وایمان) جو قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، اس کے مؤلف (الشیخ محمد جمیل زینو) نے نہایت آسان انداز سے اسلام کے بنیادی مسائل اوراحکام کی قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت کی ہے۔ جو ہر قسم کے مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصّبات سے بالاتر ہے، ہر مسئلہ کے ساتھ کوئی آیت یا حدیث بطور دلیل ذکر کی گئی ہے، تاکہ ہر مسلمان براہ رراست اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے ارشادات سے رہنمائی حاصل کر سکے۔ پھر یہ کہ دلیل کے طور پر صرف صحیح اور قابل اعتماد احادیث بیان کی گئی ہیں تاکہ قارئین کرام کو ضعیف احادیث اور من گھڑت قصے کہانیوں سے محفوظ رکھا جاسکے جو اکثر وبیشتر دشمنان

اسلام اور گمراہ کن ملاؤں کی پیداوار ہے تاکہ سابقہ ادیان کی طرح اس دین حنیف کو مسخ کرسکیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جس دین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے پوری کائنات کی مخلوقات مل کر بھی اسے بگاڑ نہیں سکتیں:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾

ترجمہ: بے شک ہم ہی قرآن کو نازل کرنے والے ہیں اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

کتاب کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے آسان اور عام فہم عبارتیں اور الفاظ استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے سبب بعض اوقات عبارتوں میں اضافے یا ترتیب میں ردّ و بدل کیا گیا ہے لیکن غالبًا ایسے اضافوں کو بریکٹ ڈال کر لکھا گیا ہے، حسب استطاعت غلطیوں کی تصحیح کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی قارئین کرام سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے ملاحظات اور اپنی آراء سے مطلع کریں گے تاکہ ان سے استفادہ کرتے ہوئے کتاب کو مزید بہتر شکل میں لایا جاسکے۔

آخر میں ان تمام بھائیوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ترجمہ یا طباعت کے سلسلہ میں کسی بھی پہلو سے حصہ لیا ہو، اللہ تعالیٰ تمام احباب کو دنیا اور آخرت میں اپنی رحمتوں سے نوازے۔ آمین

محبوب احمد ابو عاصم

جامعۃ الامام محمد بن سعود الریاض

ارکان اسلام

(جس طرح کسی بھی عمارت کو قائم رکھنے کے لئے بنیادوں اور ستونوں کی ضرورت ہوتی ہے ایسے ہی اسلام کے کچھ ستون اور بنیادیں ہیں جن پر اسلام کی عمارت قائم ہے۔ان کوارکان اسلام کا نام دیا جاتا ہے) مترجم۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

۱- گواہی دینا کہ: اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمدﷺ اللہ کے رسول ہیں جن کی اللہ کے دین میں اطاعت کرنا ضروری ہے۔

۲- نماز قائم کرنا: یعنی اسے تمام ارکان اور واجبات کے ساتھ خشوع وخضوع سے ادا کرنا۔

۳- زکوٰۃ دینا:- جو اس وقت فرض ہوتی ہے جب کوئی ۸۷ گرام سونا یا اس کے مساوی کسی چیز یا اتنی نقدی کا مالک ہوجائے۔اس میں سے سال کے بعد اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے اور نقدی کے علاوہ ہر چیز میں اس کی مقدار معین ہے۔

۴- بیت اللہ کا حج کرنا:- اس شخص کے لئے جو صحت اور مالی اعتبار سے وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔

۵:- رمضان کے روزے رکھنا:- روزے کی نیت سے کھانے پینے اور ہر ایسی چیز سے جو روزہ توڑنے والی ہو فجر سے لے کر غروب آفتاب تک باز رہنا (بخاری، مسلم)

ارکانِ ایمان

(جن امور پر ہر مسلمان کے لئے ایمان لانا فرض اور ضروری ہے انہیں ارکانِ ایمان سے موسوم کیا جاتا ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے)

۱- اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا:- یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود اور صفات وعبادت میں اس کی وحدانیت پر ایمان لانا ہے۔

۲- فرشتوں پر ایمان لانا:- جو کہ نوری مخلوق ہیں اور اللہ کے احکام نافذ کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

۳- اس کی کتابوں پر ایمان لانا:- جن میں تورات، انجیل، زبور اور قرآن کریم جو کہ سب سے افضل ہے۔

۴- اس کے رسولوں پر ایمان لانا:- جن میں سب سے پہلے نوح اور سب سے آخر میں محمد ﷺ ہیں۔

۵- آخرت کے دن پر ایمان لانا:- جو حساب کا دن ہے اور اسی دن لوگوں کے اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔

۶- ہر اچھی یا بری تقدیر پر ایمان رکھنا:- یعنی جائز اسباب اپناتے ہوئے ہر انسان کو اچھی یا بری تقدیر پر راضی رہنا چاہئے کیونکہ سبھی کچھ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے۔

اسلام، ایمان اور احسان کا مطلب

(اسلام، ایمان اور احسان کی وضاحت رسول ﷺ نے درج ذیل حدیث میں کی ہے) مترجم۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: ایک دن جبکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو بہت سفید کپڑوں اور کالے سیاہ بالوں والا ایک شخص آیا جس پر سفر کے آثار نظر نہیں آتے تھے اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اسے جانتا تھا وہ آگے بڑھا اور نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس طرح بیٹھا کہ اس نے اپنے گھٹنے ان کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور اپنے ہاتھ آپ ﷺ کی رانوں پر رکھ لئے، پھر کہا: اے محمد! مجھے بتائیے اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر طاقت ہو تو اللہ کے گھر (بیت اللہ) کا حج کرو۔ اس نے کہا: آپ (ﷺ) نے درست فرمایا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) ہم حیران ہوئے کہ یہ کیسا آدمی ہے جو سوال کر کے خود ہی اس کی تصدیق کر رہا ہے۔

پھر اس نے کہا کہ مجھے ایمان کے متعلق بتائیے: آپ ﷺ نے فرمایا: (ایمان کا معنیٰ) یہ ہے کہ تو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن (روز قیامت) اور ہر اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لائے اس نے کہا: آپ (ﷺ) نے درست فرمایا۔ پھر اس نے کہا مجھے بتائیے کہ احسان کیا ہے؟ آپ

(ﷺ) نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے جیسے تو اسے دیکھ رہا ہو لیکن اگر تو اسے دیکھنے کا تصور پیدا نہیں کرسکتا تو پھر یہ خیال کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اس نے کہا: مجھے قیامت کے متعلق بتایئے کہ کب آئے گی؟

آپ (ﷺ) نے فرمایا اس کے متعلق جس سے پوچھا جار ہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا (یعنی اس کے بارے میں مجھے تم سے زیادہ علم نہیں) اس نے کہا: تو پھر مجھے اس کی علامتیں بتایئے، آپ (ﷺ) نے فرمایا: اس کی علامت یہ ہے کہ لونڈی اپنے آقا کو جنم دے اور تم دیکھو گے کہ بکریوں کے چرواہے جو ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور محتاج ہیں (اِس قدر مال دار ہو جائیں گے کہ) ایک دوسرے سے بڑھ کر بلند عمارتیں بنانے میں مقابلہ کریں گے۔

پھر اس کے چلے جانے کے عرصہ بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر، جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟ تو میں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جبریل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (مسلم)

لا الہ الا اللہ کا معنی

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں: اس میں غیر اللہ کی الوہیت (بندگی) کی نفی کی گئی ہے اور اسے صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ثابت کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

ترجمہ: پس جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَالَ لَاإِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصاً دَخَلَ الْجَنَّةَ))

ترجمہ: جس شخص نے خلوص دل سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

(اس حدیث کو بزار نے روایت کیا اور البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع میں صحیح قرار دیا ہے)

مخلص کون؟

مخلص وہ ہے جو اس کلمہ کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہو اور اس کلمہ توحید سے اپنی دعوت کی ابتدا کرے، کیونکہ یہ کلمہ ایسی توحید پر مشتمل ہے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا۔

۳- اور جب رسول اللہ ﷺ کے چچا ابو طالب فوت ہو رہے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: چچا جان (لا الہ الا اللہ) کہہ دیجئے اس کلمہ کی بنا پر میں آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کروں گا لیکن انہوں نے (لا الہ الا اللہ) کہنے سے انکار کر دیا۔

۴- رسول اللہ ﷺ مکہ میں ۱۳ سال تک مشرکین کو یہی دعوت دیتے رہے کہ: (لا الہ الا اللہ) کہہ دو، تو ان کا جواب جیسے قرآن کریم نے نقل کیا ہے یہ تھا:

﴿وَعَجِبُوْا اَنْ جَآءَ هُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُوْنَ هٰذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ ☆ اَجَعَلَ الْآلِهَةَ اِلٰهاً وَّاحِداً اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ☆

وَانْـطَـلَـقَ الْـمَـلَاُ مِـنْـهُـمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰی آلِهَتِکُمْ اِنَّ هٰذَا لَشَـیْءٌ یُّـرَادُ☆ مَـا سَـمِـعْـنَـا بِهٰـذَا فِیْ الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاق ﴾(سورة ص)

ترجمہ: اور انہیں تعجب ہوا کہ انہیں میں سے ایک ڈرانے والا کیسے آ گیا! اور کافروں نے کہا یہ تو جھوٹا جادوگر ہے۔ کیسے اس نے سب معبودوں کو چھوڑ کر ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ یہ تو بہت ہی عجیب بات ہے تو ان میں سے جو معزز لوگ تھے وہ چل کھڑے ہوئے اور بولے کہ چلو اپنے معبودوں کی پوجا پر قائم رہو بے شک یہ ایسی بات ہے جس سے (تم پر شرف وفضیلت) مقصود ہے یہ بات پچھلے مذہب میں ہم نے کبھی نہیں سنی۔

اور عربوں نے یہ بات اس لئے کہی کہ وہ اس کلمہ کے معنیٰ سمجھتے تھے اور اس لئے انہوں نے یہ کلمہ پڑھنے سے انکار کیا کہ یہ کلمہ پڑھنے والا غیر اللہ کو نہیں پکارتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے:

﴿اِنَّهُمْ کَانُوْا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَکْبِرُوْنَ☆ وَیَقُوْلُوْنَ اَئِـنَّـا لَتَـارِکُـوْا آلِهَتِـنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ☆ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾

ترجمہ: ان (کافروں) سے جب لا الہ الا اللہ کہا جاتا تو تکبر کرتے اور کہتے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہم اس بیوقوف شاعر کی بات مان کر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: ''بلکہ رسول تو حق لے کر آئے ہیں اور رسولوں کی

تصدیق کرنے والے ہیں۔(سورہ صافات)

((وَقَالَ ﷺ ((مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ،حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ وحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ))

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اور ہراس چیز کا انکار کیا جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے تو ایسا کرنے سے اس کی جان و مال حرام ہوگئے اوراس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔(مسلم)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلمہ شہادت پڑھنے کا تقاضا یہ ہے کہ ہر غیر اللہ کی عبادت سے اعراض وانکار کیا جائے جیسا کہ فوت شدہ لوگوں سے دعا کرنے جیسے اعمال ہیں۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ بعض مسلمان اپنی زبان سے یہ کلمہ کہتے ہیں لیکن ان کے اعمال غیر اللہ کو پکارکراس کے معنیٰ کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

۵-(لا الـه الا اللـه) وہ کلمہ ہے جوتوحیدواسلام کی بنیاداورمکمل ضابطہ حیات ہے جسے ہرقسم کی عبادت اللہ ہی کے لئے خاص کرنے سے اپنایا جاسکتا ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب کوئی مسلمان اللہ کا مطیع ہوجائے اور صرف اس کو پکارے اوراس کی شریعت کی حاکمیت قبول کرے۔

۶-علامہ ابن رجب "اله" کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اله" (معبود) وہ ہے جس کی اطاعت اس کی ہیبت وتعظیم، محبت وخوف اور امید رکھتے ہوئے اس پر توکل کرتے ہوئے اور اس سے سوال اور دعا

کرتے ہوئے کی جائے اور نافرمانی سے بچا جائے اور یہ سبھی وہ چیزیں ہیں جو اللہ کے سوا دوسرے کے لئے کرنا جائز نہیں۔ جس کسی نے بھی ''الہٰ'' کے ان خصائص میں سے کسی مخلوق کو شریک کرلیا تو یہ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے (لا الہ الا اللہ) خلوص دل سے نہیں کہا، اور جس قدر اس میں شرک کی ایسی کوئی خصلت ہوگی اسی قدر وہ مخلوق کی عبادت میں ملوث ہوگا۔

۷- آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے مرنے والوں کو (لا الہ الا اللہ) پڑھنے کی تلقین کیا کرو کیونکہ (دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے) جس کا آخری کلام (لا الہ الا اللہ) ہوگا وہ کبھی نہ کبھی جنت میں ضرور داخل ہوگا خواہ اس سے پہلے لکھا گیا عذاب اس کو بھگتنا پڑے (اسے ابن حبان نے روایت کیا ہے اور البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے)۔

اور کلمہ شہادت کی تلقین کرنے سے مراد صرف مرنے والے کے پاس کلمہ پڑھنا ہی نہیں، جیسے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، بلکہ اسے پڑھنے کا حکم دینا ہے جس کی دلیل حضرت انس بن مالک کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری کی عیادت کی تو نبی ﷺ نے فرمایا: ماموں جان: لا الہ الا اللہ کہو، اس نے کہا ماموں یا چچا؟ آپ نے فرمایا: بلکہ تم میرے لئے ماموں کی حیثیت سے ہو تو اس نے کہا: میرے لئے لا الہ الا اللہ کہنا بہتر ہے آپ نے فرمایا ہاں بہتر ہے۔

اور پھر یہ بھی کہ مرنے والے کو تلقین اس کی موت سے پہلے ہونی چاہئے نہ کہ بعد میں مذکورہ حدیث کے آخر میں ہے کہ (جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہوا وہ

جنت میں داخل ہو گیا) (میت) مردہ شخص نہ تو (لا الہ الا اللہ) کہہ سکتا ہے اور نہ ہی اس میں سننے کی صلاحیت ہے ۔

۸-کلمہ (لا الہ الا اللہ) اسی وقت کسی شخص کے لئے مفید ہوتا ہے جب وہ اس کے معانی کو اپنے لئے ضابطۂ حیات بناتا ہے اور مُردوں یا غیر موجود زندوں کو پکارنے جیسے شرکیہ اعمال سے اس کلمہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور جس کسی نے ایسا کیا اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کسی نے وضو کر کے توڑ دیا ہو چنانچہ جیسے وضو کر کے توڑ دینے والے شخص کو اپنے اس وضو کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ایسے ہی وہ شخص ہے جس نے ایمان لانے کے بعد کوئی شرکیہ کام کیا اسے اپنے اس ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا ۔

محمد رسول اللہ کا مطلب

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں چنانچہ جو کچھ انہوں نے بتایا اس کی ہم تصدیق کریں اور ان کے حکم کی اطاعت کریں اور جس چیز سے روکا اور منع کیا ہے اسے ترک کر دیں اور ان کی سنت کو اپناتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں ۔

۱-مولانا ابوالحسن علی ندوی کتاب الانبیاء میں فرماتے ہیں :

انبیاء علیہم السلام کی ہر زمانے اور ہر جگہ پر سب سے پہلی دعوت اور سب سے بڑا مقصد یہی تھا کہ اللہ کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ صحیح کیا جائے اور بندے اور اس کے رب کے درمیان رابطہ صحیح بنیاد پر قائم ہو کہ صرف اللہ ہی نفع ونقصان کا مالک ، عبادت ، دعا ، التجا ، اور قربانی کا مستحق ہے ، اور ان کا حملہ ان کے زمانے میں پائی

جانے والی بت پرستی پر مرکوز تھا جو بت پرستی زندہ و مردہ بزرگ ہستیوں کی عبادت کی شکل میں پائی جاتی تھے۔

۲-اور یہ کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں جن سے ان کا رب فرما رہا ہے:

﴿قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعاً وَّلَا ضَرّاً اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ،وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

ترجمہ:- اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ میں تو اللہ کی مرضی کے بغیر اپنے لئے بھی کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں۔اور اگر میں غیب کا علم جانتا تو اپنے لئے بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی بھی تکلیف نہ پہنچتی میں تو صرف ایمانداروں کو ڈرانے اور (جنت کی) خوشخبری دینے والا ہوں۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: میری شان ایسے نہ بڑھانا جیسے کہ عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی شان بڑھادی میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں اس لئے تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔(بخاری)

اور شان بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تعریف کرتے ہوئے مبالغہ آرائی کرنا،اس لئے ہمارے لائق نہیں کہ ہم انہیں اللہ کے سوا پکاریں جیسے کہ عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کے ساتھ کیا تو اس طرح شرک میں مبتلا ہو گئے، بلکہ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۳ - رسول اللہ ﷺ سے حقیقی محبت یہ ہے کہ ان کی اطاعت کرتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے اور اس کے علاوہ کسی ذات کو نہ پکارا جائے اگر چہ وہ ذات کوئی رسول یا مقرب ولی ہی کیوں نہ ہو۔

قَالَ رَسُوْ لُ اللّٰهِ ﷺ : ((اِذَا سَاَلْتَ فَاسْاَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ))

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مانگو تو صرف اللہ سے مانگو اور جب مدد لو تو صرف اللہ سے مدد لو۔

رسول اللہ ﷺ کو کوئی غم یا مصیبت در پیش ہوتی تو آپ فرماتے:

((يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ))

ترجمہ: اے زندہ اور قائم رہنے والی ذات میں تیری رحمت کی بدولت تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ اس شاعر پر رحمتیں نازل فرمائے جس نے حقیقی محبت بیان کرتے ہوئے کہا:

اگر تم اپنی محبت میں سچے ہوتے تو ان کی اطاعت کرتے کیونکہ محبّ اپنے محبوب کا تابع فرمان ہوتا ہے۔

اور سچی محبت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس دعوت توحید سے جس سے آپ ﷺ کی دعوت کا آغاز ہوا اس سے محبت کی جائے اور توحید کی دعوت دینے والوں سے پیار ہو اور شرک اور اس کے داعیوں سے نفرت ہو۔

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری لونڈی تھی جو احد اور جوانیہ کے قریب بکریاں چرایا کرتی تھی ایک دن جب میں نے جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ بھیڑیا ایک بکری اٹھالے گیا ہے بشریت کے تقاضا سے مجھے بھی ویسے ہی افسوس ہوا جیسے دوسرے لوگوں کو افسوس ہوتا ہے۔تو میں نے اسے ایک تھپڑ ماردیا پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جب انہیں بتایا تو انہوں نے برامحسوس کیا، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا میں اسے آزاد نہ کردوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس لے آؤ (چنانچہ جب میں اس لونڈی کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا) تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: بتاؤ اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا آسمان پر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں کون ہوں؟ اس لونڈی نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اسے آزاد کردو کیونکہ یہ ایماندار ہے۔

مذکورہ حدیث سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:-

ا-صحابہ کرام ہر معمولی بات میں بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے تھے تاکہ اس بارے میں اللہ کا حکم معلوم کرلیں۔

ب-اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے صرف اللہ اوراس کے رسول ﷺ سے فیصلہ لینا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَايُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَايَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾

ترجمہ: اے پیغمبر تیرے رب کی قسم ہرگز اس وقت تک لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تم سے نہ کروائیں پھر تمہارے اس فیصلہ پر دل میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے سامنے سرِتسلیم خم کر دیں۔ (سورہ النساء)

ج-صحابی نے لونڈی کو مارا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے برا محسوس کیا اور اس بات کو اہمیت دی۔

د-صرف مومن غلام کو آزاد کرنا چاہئے نہ کہ کافر کو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس لونڈی سے پوچھ گچھ کی تاکہ معلوم کریں کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں لیکن جب معلوم ہوا کہ مسلمان ہے تو آزاد کرنے کا حکم دیا:

ھ-توحید سے متعلق معلومات حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے اور اس کا علم ضروری ہے۔

و-اللہ تعالیٰ کے متعلق سوال کرنا کہ وہ کہاں ہے؟ سنت ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی سے دریافت کیا۔

ز-اس سوال کے جواب میں یہ کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے کیونکہ آپ ﷺ نے لونڈی کے جواب کو درست قرار دیا اس طرح قرآن کریم نے بھی اس جواب کی تائید کی ہے جیسے کہ فرمان ہے:

﴿ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِيْ السَّمَاءِ اَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ﴾

ترجمہ: کیا تم آسمان پر جو ذات ہے اس سے بے خوف وخطر ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں

زمین میں دھنسادے۔(سورہ الملک)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

ح-محمد ﷺ کی رسالت کی شہادت دینے سے ہی ایمان صحیح ثابت ہوتا ہے

ط-یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے سچے ایمان کی نشانی ہے اور یہ عقیدہ اپنانا ہر مسلمان پر واجب ہے۔

ی-اس حدیث سے اس شخص کی غلطی ثابت ہوگئی جو یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ذاتی طور پر ہر جگہ موجود ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ اپنے علم سے ہے ذات سے نہیں۔

ک-رسول ﷺ نے جو لونڈی کو طلب کیا تا کہ اس سے پوچھ گچھ کریں یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو علم غیب نہیں تھا۔اس سے صوفیوں کی یہ غلطی ثابت ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو علم غیب تھا۔

نمازوں کی فضیلت اور انہیں ترک کرنے کی وعید

(نماز دین کا ستون اور رکن عظیم ہے جس کی قرآن وحدیث میں بہت فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے، اور اسے ترک کرنے والوں کو سخت وعید سنائی گئی ہے۔ ذیل میں مذکور آیات اور احادیث سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے) مترجم

ا-اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ أُوْلٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ﴾

ترجمہ: اور جولوگ نماز کی حفاظت کرتے ہیں وہی لوگ جنتوں میں معزز ہوں گے۔

۲-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاَقِمِ الصَّلَاةَ اِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾

ترجمہ: اور نماز کو قائم کرو بے شک نماز بدکاری اور گناہ سے روکتی ہے۔

۳۔اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾

ترجمہ: پس تباہی ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہوجاتے ہیں (یعنی بغیر کسی عذر کے قضا کردیتے ہیں)۔

۴۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْن ☆ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ﴾

ترجمہ: یقیناً وہ مومن کامیاب ہوگئے جو اپنی نمازیں دل لگا کر (خشوع وخضوع) سے ادا کرتے ہیں۔

۵-اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوْا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوْا الشَّهْوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيّاً﴾

ترجمہ: پھر ان کے بعد ایسے (نالائق) لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو گنوا دیا اور نفسانی خواہشات کی پیروی کی۔تو یہ لوگ ضرور جہنم کی غیّ نامی وادی سے دوچار ہوں گے۔

٦- رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: تمہارا کیا خیال ہے اگر کسی کے دروازے کے سامنے سے نہر بہتی ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر کوئی گندگی باقی رہ جائے گی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: ایسے شخص پر کسی قسم کی گندگی باقی نہیں رہ سکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح پانچ نمازوں کی مثال ہے جس سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرتا رہتا ہے۔

٧- آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان حد فاصل نماز ہے جو اسے ترک کرے گا وہ کافر ہے۔

٨- اور آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان شخص اور کفر وشرک کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے یعنی جو بھی اسے چھوڑے گا وہ کافر ومشرک ہے۔

وضو اور نماز کا طریقہ

وضو کا طریقہ: اپنے دونوں بازوؤں سے کپڑا کہنیوں تک سمیٹ کر (بسم اللہ) کہئے۔

ا- کلائیوں تک دونوں ہاتھ دھوئیے، کلی کیجئے اور ناک میں پانی ڈالئے (تین مرتبہ)۔

ب- تین بار اپنا چہرہ اور پھر دایاں اور بایاں بازو کہنیوں تک دھوئیے۔

ج- اپنے پورے سر کا (کانوں سمیت) مسح کیجئے۔

د- تین بار دایاں اور بایاں پاؤں ٹخنوں تک دھوئیے۔

ھ- اگر پانی نہ مل سکے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے استعمال نہ کرسکیں تو اس حالت میں تیمّم کرلیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مار کر اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر پھیریں پھر نماز پڑھیں۔

نماز کا طریقہ

''صبح کی نماز'' (نماز فجر)

صبح کی دو رکعتیں فرض ہیں جن کی دل میں نیت کریں

ا- قبلہ رخ کھڑے ہوکر اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھایئے اور (اللہ اکبر) کہیئے۔

ب- دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر سینے کے اوپر رکھئے اور یہ دعا پڑھئے:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلَهَ غَيْرُكَ))

ترجمہ: پاک ہے تو اے اللہ ساتھ تیری تعریف کے اور برکت والا ہے نام تیرا اور بلند ہے شان تیری اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے۔

یا پھر یہ دعا پڑھئے:- (اضافہ از مترجم)

((اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ))

ترجمہ: یا اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ پیدا کردے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کو دور کیا، مجھے گناہوں سے اس طرح پاک کردے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف ہوتا ہے، یا اللہ میرے گناہ پانی، برف اور اولوں سے دھودے۔

یا یہ دعا پڑھئے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّیْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِیْعاً اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ))

ترجمہ: یا اللہ تو ہی بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو میرا پروردگار اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ تو میرے سبھی گناہ معاف کردے بے شک تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں ہے۔

یا پھر یہ دعا پڑھئے:

((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَایَهْدِیْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ سَیِّئَهَا لَایَصْرِفُ عَنِّیْ سَیِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ))

ترجمہ: یا اللہ مجھے اچھے اخلاق کی توفیق دے تیرے سوا اچھے اخلاق کی توفیق دینے والا کوئی نہیں اور مجھے بُرے اخلاق سے محفوظ رکھ تیرے سوا اس سے محفوظ کرنے والا کوئی نہیں۔

پھر آہستہ سے پڑھئے:

((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ))

ترجمہ: پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی شیطان مردود سے

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

ترجمہ: پڑھتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

پھر سورہ فاتحہ پڑھئے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ☆ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ☆ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ☆اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنَ☆اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ☆ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِيْنَ﴾ آمِيْنْ

ترجمہ: تمام تعریفیں جہانوں کے رب کے لئے ہیں جو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں ہمیں سیدھا راستہ دکھا دے ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور جو لوگ گمراہ ہوئے (ہماری اس دعا کو قبول فرما)

پھر سورہ اخلاص یا اس کے علاوہ جو قرآن میں پڑھنا آسان ہو پڑھئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ☆اللّٰهُ الصَّمَدُ☆لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ☆وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُواً اَحَدٌ﴾

ترجمہ: کہہ دو اے پیغمبر کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے اس نے کسی کو جنم نہیں دیا
اور نہ وہ کسی سے جنم دیا گیا ہے، اور کوئی اس کے برابر نہیں۔

ا- اس کے بعد دونوں ہاتھ (کانوں تک) اٹھاتے ہوئے (اللہ اکبر) کہئے اور
رکوع کیجئے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھیے اور تین بار:

(سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ)

ترجمہ: پاک ہے میرا بڑی عظمت والا رب، پڑھیے۔

ب- پھر اپنا سر اٹھایئے اور ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے پڑھئے۔

((سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حمداً كثيراً طيباً
مباركاً فيه))

ترجمہ: سن لیا اللہ نے اسے جس نے اس کی تعریف کی اے اللہ ہمارے رب سب
تعریفیں تیرے لئے ہیں تعریفیں بہت زیادہ پاکیزہ اور بابرکت۔

د- اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کریں اور دونوں ہتھیلیاں، گھٹنے، پیشانی ناک اور دونوں
پاؤں کی انگلیاں اسطرح سے زمین پر رکھئے کہ ان کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور
کہنیاں زمین سے بلند رکھئے اور تین بار یہ دعا پڑھئے:

(سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی)

ترجمہ: پاک ہے میرا بزرگ و برتر رب۔

ھ- (اللہ اکبر) کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھایئے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں یا رانوں
پر رکھ کر کہئے:

((رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ))

ترجمہ: یا رب مجھے معاف کردے مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، عافیت اور روزی عطا کر۔

و)- دوبارہ اللہ اکبر کہتے ہوئے پہلے کی مانند سجدہ کریں اور تین بار (سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی) کہیں، تین مرتبہ سے زیادہ بھی کہہ سکتے ہیں (یعنی طاق اعداد میں)۔

ز- اس دوسرے سجدہ سے سر اٹھایئے اور بائیں ٹانگ پر بیٹھ جایئے جبکہ دائیں پاؤں کی انگلیاں سیدھی کھڑی ہوں۔ اس حالت کو جلسہ استراحت کہتے ہیں۔

دوسری رکعت:

ا- پھر آپ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوکر ((اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ)) اور ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ اور سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد کوئی چھوٹی سورت یا جو کچھ قرآن میں میسر ہو پڑھیں۔

ب- پھر جیسے آپ کو بتایا گیا اس طرح رکوع اور سجدہ کیجئے دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ جائیں اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں اکٹھی کرتے ہوئے گھٹنے پر رکھیے اور انگلی شہادت کو اٹھاتے ہوئے یہ دعا پڑھئے:

((اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ))

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ))

ترجمہ: سب حمد وثناء دعائیں اور پاکیزہ چیزیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت نازل ہو، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

ترجمہ: یا اللہ رحمت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جیسے کہ تو نے رحمت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر، بے شک تو قابل تعریف اور عظمت والا ہے یا اللہ برکت نازل فرما محمد اور آل محمد پر جیسے تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم اور آل ابراہیم پر بے شک تو قابل تعریف اور عظمت والا ہے۔

ج- پھر یہ دعا پڑھئے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ ، وَ اَعُوْذُ بِك مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِك مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَاَعُوْذُ بِك مِنْ فِتْنَةِ المَسِيْحِ الدَّجَالِ))

ترجمہ: یا اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں جہنم کے عذاب سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی کی آزمائش اور (بری) موت

کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے۔

د- پھر دائیں اور بائیں طرف چہرہ پھیرتے ہوئے سلام کہیے: (السَّلاَمُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ)

ترجمہ: سلامتی ہو تمہارے اوپر اور اللہ کی رحمتیں ہوں۔

نماز سے سلام پھیرنے کے بعد درج ذیل ذکر کرنا سنت ہے: تین بار (اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ) کہنا اور یہ دعا پڑھنا:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلاَمُ وَمِنْكَ السَّلاَمُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلاَلِ وَالْإِكْرَامِ، اَللّٰهُمَّ لاَمَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلاَ مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلاَ يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ لاَ اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لاَ شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ))

ترجمہ: اے اللہ تو سلام ہے، اور تیری ہی جانب سے سلامتی ہے تو برکت والا ہے، مرتبے اور عزت والا ہے، اے اللہ جو تو دے اس کو روکنے والا کوئی نہیں اور جو تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں، اور نہیں نفع پہنچا سکتی مال دار کو (تیرے عذاب سے) اس کی مالداری، نہیں کوئی معبود مگر وہ اکیلا اللہ جس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ہے ملک اور تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر یہ دعا پڑھے:

((اللهم أعني على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك))

ترجمہ: اے اللہ! اپنا ذکر، شکر اور اچھی طرح عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔

اور۳۳مرتبہ **سُبْحَانَ اللّٰهِ**،۳۳مرتبہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** اور۳۴مرتبہ **اَللّٰهُ اَكْبَرُ** کہئے پھر آیت الکرسی پڑھئے:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾

ترجمہ: اللہ وہ ہے کہ اس کے علاوہ بندگی کے لائق کوئی نہیں مگر وہ اللہ جو ہمیشہ زندہ رہے گا سب کا تھامنے والا ہے۔ اس کو نیند اور اونگھ نہیں آتی۔ اس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، کون ہے جو سفارش کرے مگر اس کی اجازت سے، وہ جانتا ہے جو مخلوق کے آگے اور اس کے پیچھے ہے، اور اس کے علم سے کچھ بھی وہ لوگ گھیر نہیں سکتے۔ مگر جو کچھ وہ چاہتا ہے، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور دونوں کی حفاظت اس کو تھکاتی نہیں اور وہی سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے۔

اس کے بعد سورہ اخلاص، سورہ الفلق اور سورۃ الناس پڑھئے، اگر فجر یا مغرب کی نماز ہو تو ان سورتوں کو تین مرتبہ دہرایا جائے۔

یہ سبھی اذکار ہر شخص انفرادی طور پر کرے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ اضافہ از مترجم

نماز کی رکعتوں کی تعداد کا نقشہ

نمازیں	فرض سے پہلے سنتیں	فرض	بعد کی سنتیں
فجر	۲	۲	---
ظہر	۲ +۲	۴	۲
عصر	۲+۲	۴	----
مغرب	۲	۳	۲
عشاء	۲	۴	۲+۳ وتر
جمعہ	۲ تحیۃ المسجد	۲	۲ گھر میں یا ۲+۲ مسجد میں

نماز کے مسائل

۱- پہلی سنتوں سے مراد وہ سنتیں ہیں جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں اور بعد کی سنتوں سے مراد وہ سنتیں ہیں جو فرض کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔

۲- نماز اطمینان اور سکون سے پڑھیں، سجدہ کی جگہ پر نگاہ رکھیں اور ادھر اُدھر مت دیکھیں۔

۳- جب امام بلند آواز سے قراءت نہ کرے تو تم قراءت کرو لیکن جب وہ بلند آواز

سے قراءت کرے تو پھر امام کی خاموشی کے دوران صرف سورہ فاتحہ پڑھو۔

۴- جمعہ کی فرض نماز دو رکعت ہے جو مسجد میں خطبہ کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

۵- مغرب کے تین فرض ہیں: جیسے آپ نے فجر کی دو رکعت ادا کی تھیں ایسے ہی دو رکعت ادا کیجئے اور جب دعاء التحیات سے فارغ ہو جائیں تو (اللہ اکبر) کہہ کر سلام پھیرے بغیر، کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے ہوئے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں تیسری رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھیے اور پھر پہلے کی طرح باقی رکعت مکمل کر کے دائیں بائیں سلام پھیر دیں۔

۶- ظہر، عصر اور عشاء کی نماز کے چار فرض ہیں جیسے آپ نے صبح کی نماز ادا کی تھی اس طرح دو رکعت پڑھ کر التحیات پڑھیے اور بغیر سلام پھیرے تیسری اور چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں اور ان دو رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھیے، باقی نماز پہلے کے مانند مکمل کر کے دائیں بائیں سلام پھیر دیں۔

۷- وتر کی تین رکعت ہیں۔ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں اور پھر تیسری رکعت علیحدہ پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ آپ تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے یا بعد میں دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ دعا پڑھیں۔

((اللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ، وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ، وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ، فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ،اِنَّهٗ لَایَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ ،وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ))

ترجمہ: یا اللہ مجھے ہدایت دے ان لوگوں کے ساتھ جنہیں تو نے ہدایت دی اور مجھے عافیت عطا کر ان لوگوں کے ساتھ جنہیں تو نے عافیت دی اور مجھے دوست بنالے ان میں جنہیں تو نے دوست بنایا اور جو نعمت تو نے مجھے عطا کی ہے اس میں برکت دے اور جس شر کا تو نے فیصلہ کیا ہے مجھے اس سے محفوظ رکھ، کیونکہ تو ہی فیصلہ کرتا ہے اور تیرے اوپر کسی کا فیصلہ نہیں چلتا، جسے تو نے دوست بنالیا اسے کوئی رسوا کرنے والا نہیں اور جسے تو دشمن بنالے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بابرکت ہے تو اے ہمارے رب اور برتر ہے (ابوداود)۔

۸- اگر آپ مسجد میں آتے ہیں اور امام کو رکوع کی حالت میں پاتے ہیں تو کھڑے ہو کر تکبیر کہیے اور امام کے ساتھ رکوع میں مل جایئے۔ اگر امام کے سر اٹھانے سے پہلے آپ رکوع میں مل گئے تو آپ کی یہ رکعت ہوگئی لیکن اگر امام نے سر اٹھالیا ہے تو پھر آپ کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔

۹- اگر امام سے آپ کی ایک یا ایک سے زیادہ رکعت چھوٹ جائیں تو پھر بھی امام کے ساتھ نماز کے آخر تک متابعت کیجیے اور جب امام سلام پھیرے تو آپ اس کے ساتھ سلام پھیرے بغیر باقی رکعتوں کو پورا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

۱۰- نماز جلدی اور تیزی سے مت پڑھیے کیونکہ اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو نماز جلدی سے پڑھ رہا تھا تو آپ

نے اسے حکم دیا کہ لوٹ کر دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی حتیٰ کہ اس نے تین بار ایسا کیا اور پھر آپ ﷺ سے گزارش کی کہ اے اللہ کے رسول مجھے نماز پڑھنا سکھا دیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح سے رکوع کرو کہ تم مطمئن ہو جاؤ پھر اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر مطمئن ہو کر سجدہ کرو پھر سر اٹھاؤ اور مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ۔

۱۱- اگر آپ سے نماز کے واجبات میں کوئی واجب مثلاً تشہّد چھوٹ جائے یا رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے تو کم رکعتیں شمار کر کے نماز مکمل کریں اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کریں جسے سجدہ سہو کہتے ہیں۔

۱۲- نماز میں زیادہ حرکت نہ کریں کیونکہ یہ نماز کے خشوع وخضوع کے منافی ہے بلکہ ممکن ہے کہ زیادہ اور بلا ضرورت حرکت نماز کے ضائع ہونے کا سبب بن جائے۔

۱۳- عشاء کی نماز کا وقت آدھی رات کو ختم ہو جاتا ہے جبکہ وتر کی نماز کا وقت فجر طلوع ہونے تک باقی رہتا ہے۔

نماز سے متعلق احادیث

۱- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد سورج طلوع ہونے تک بیٹھا اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہے اور پھر دو رکعت نماز پڑھتا ہے تو اسے مکمل حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔

۲- آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی فرض نماز میں کمی رہ گئی تو اس کی یہ کمی اس کی نفلی نماز سے پوری کر دی جائے گی۔

۳- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ظہر کی نماز سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعتیں پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

۴- آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

۵- جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے جنہیں (تحیۃ المسجد) کہا جاتا ہے۔

۶- قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔

۷- جب جماعت کھڑی ہو جائے تو پھر فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں ہوتی۔

۸- مجھے حکم ملا ہے کہ کوئی کپڑے نہ سمیٹوں (مسلم) امام نووی فرماتے ہیں: ممانعت اس بات کی ہے کہ نماز کی حالت میں آستین وغیرہ سمیٹی جائے۔

۹- اپنی صفیں سیدھی کر لو اور ساتھ مل جاؤ، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا اور پاؤں سے پاؤں ملایا کرتے تھے۔

۱۰- جب نماز کھڑی ہو جائے تو پھر دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ نماز کی طرف آتے ہوئے تم پر سکون ہو۔ اور نماز کا جو حصہ تمہیں مل جائے وہ امام کے ساتھ پڑھ لو باقی حصہ بعد میں پورا کر لو۔

۱۱- پورے اطمینان سے رکوع کرو پھر اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر پورے اطمینان سے سجدہ کرو۔

۱۲- جب سجدہ کروتو اپنے ہاتھ زمین پر رکھ کر کہنیاں اٹھائے رکھو۔

۱۳- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہارا امام ہوں چنانچہ رکوع یا سجدہ کرتے ہوئے مجھ سے سبقت نہ کرو۔

۱۴- قیامت کے روز ہر شخص کا سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر نماز صحیح ہوئی تو تمام اعمال صحیح ہو جائیں گے اگر وہی فاسد ہوئی تو تمام اعمال (ضائع) فاسد ہو جائیں گے۔

''نماز جمعہ اور جماعت کی فرضیت''

نماز جمعہ اور باجماعت نماز کی ادائیگی درج ذیل دلیلوں سے مَردوں پر واجب ہے۔

۱- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت (دنیا کے کام) چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

۲- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص تین جمعے غفلت اور سستی سے چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر (گمراہی) کی مہر لگا دیتے ہیں۔

۳- آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا کہ اپنے جوانوں کو لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بغیر کسی عذر کے اپنے گھروں

میں نماز پڑھتے ہیں اور انہیں کوئی بیماری نہیں ہے تو ان کے گھروں کو جلا دوں۔

۴-آپ ﷺ فرماتے ہیں: جوشخص اذان سننے کے باوجود نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتا تو (بیماری یا ڈر جیسے) عذر کے بغیر اس کی نماز نہیں ہوتی۔

۵-رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول مجھے کوئی مسجد میں لانے والا نہیں، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کرتا ہے تو آپ ﷺ اسے اجازت دے دیتے ہیں، جب وہ واپس جانے لگتا ہے تو آپ ﷺ دریافت کرتے ہیں کہ کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو تو اس نے جواب دیا جی ہاں! آپ نے فرمایا تو پھر تمہیں مسجد میں نماز کے لئے آنا ہوگا۔

۶-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جوشخص چاہتا ہے کہ وہ کل روز قیامت اللہ تعالیٰ سے حالت اسلام میں ملے تو اسے چاہئے کہ جب بھی پانچوں نمازوں کے لئے منادی ہو تو ان کی باجماعت پابندی کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو ہدایت کے راستے بتائے ہیں اور نمازوں کی باجماعت ادائیگی انہیں ہدایت یافتہ طریقوں میں سے ہے۔ اگر تم بھی پیچھے رہنے والے کی مانند گھر میں نماز پڑھنا شروع کردو جیسا کہ یہ پیچھے رہنے والا پڑھتا ہے تو اپنے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑ دو گے۔ اور جب اپنے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور ہم دیکھا کرتے تھے کہ معلوم شدہ

منافق کے سوا کوئی دوسرا آدمی جماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا اگر چہ کسی کو (بیماری کی وجہ سے) دو آدمیوں کا سہارا لے کر ہی کیوں نہ آنا پڑتا یہاں تک کہ اس کو صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔

نماز جمعہ اور جماعت کی فضیلت

۱- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص غسل کر کے جمعہ کے لئے آتا ہے اور حسب مقدور نفل پڑھتا ہے، پھر امام کے فارغ ہونے تک اس کا خطبہ خاموشی سے سنتا ہے اور امام کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے تو اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعے تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور مزید تین دن بھی۔ (مسلم)

۲- آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے اس نے آدھی رات قیام کیا ہو، اور جو شخص فجر کی نماز بھی باجماعت پڑھتا ہے وہ ایسے ہے جیسے اس نے ساری رات قیام کیا ہو۔ (مسلم)

۳- اور آپ ﷺ نے فرمایا: باجماعت نماز اکیلئے نماز کی نسبت ستائیس گنا زیادہ بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

۴- اور آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص غسل جنابت کی طرح غسل کرتا ہے اور پہلی گھڑی میں مسجد آتا ہے وہ ایسے ہے جیسے اس نے اونٹ کی قربانی دی ہو اور جو شخص دوسری گھڑی میں آتا ہے وہ ایسے ہے جیسے کہ اس نے گائے کی قربانی دی ہو، اور جو تیسری گھڑی میں آتا ہے وہ ایسے ہے جیسے اس نے سینگوں

والے مینڈھے کی قربانی دی ہو، اور جو چوتھی گھڑی میں آئے وہ ایسے ہے جیسے اس نے مرغی قربان کی ہو اور پانچویں گھڑی میں آنے والے کو انڈے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ پھر جب امام خطبہ کے لئے آجائے تو ثواب لکھنے والے فرشتے خطبہ سننے کے لئے بیٹھ جاتے ہیں۔(مسلم)

''جمعہ کی نماز اور اس کے آداب''

۱- میں جمعہ کے روز غسل کرتا، ناخن اتارتا، خوشبو لگاتا اور وضو کے بعد صاف ستھرے کپڑے پہنتا ہوں۔

۲- کچا پیاز اور لہسن نہیں کھاتا اور نہ ہی سگریٹ پیتا ہوں، اور مسواک سے اپنے دانت صاف کرتا ہوں۔

۳- رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتا ہوں اگرچہ امام خطبہ دے رہا ہو کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی خطبہ کے دوران مسجد میں آئے تو ہلکی سی دو رکعت پڑھ لے۔(بخاری و مسلم)

۴- بغیر کوئی بات کئے امام کا خطبہ سننے کے لئے بیٹھ جاتا ہوں۔

۵- نماز جمعہ کے بعد مسجد میں چار یا گھر میں دو سنت پڑھتا ہوں اور یہی بہتر ہے۔

۶- امام کے پیچھے دل سے نیت کرتے ہوئے جمعہ کے دو فرض ادا کرتا ہوں۔

۷- اس دن میں نبی اکرم ﷺ پر باقی دنوں کی نسبت زیادہ درود و سلام پڑھتا ہوں۔

۸- جمعہ کے روز زیادہ سے زیادہ دعا کرتا ہوں کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ جو مسلمان بھی اپنے لئے اللہ سے اس وقت

کوئی بھلائی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ عنایت فرماتا ہے۔(بخاری ومسلم)

بیمار کے لئے نماز کی فرضیت

برادرِ مسلم! بیماری کی حالت میں بھی نماز مت چھوڑیئے کیونکہ اس حالت میں بھی آپ پر نماز فرض ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لئے جنگ کے دوران بھی نماز فرض کی ہے۔

اور آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بیمار شخص کے لئے نماز دلی سکون کا باعث بنتی ہے جو اسے جلد شفایاب ہونے میں مدد دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾

ترجمہ: اور مدد حاصل کرو صبر اور نماز (قائم کرنے) سے۔

اور رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: اے بلال نماز کے لئے اقامت کہو تا کہ ہم نماز قائم کر کے سکون حاصل کر سکیں۔

بیمار شخص بجائے اس کے کہ وہ نماز ترک کر کے نافرمان ہو کر فوت ہو بلکہ اسے چاہیئے کہ وہ نماز ادا کرتا ہوا دنیا سے رخصت ہو اور اللہ تعالیٰ نے بیمار کے لئے پانی استعمال نہ کرنے کی صورت میں تیمّم کرنے کی جو آسانی کی ہے وہ اس لئے کہ کہیں پانی نہ استعمال کر سکنے پر وہ نماز نہ چھوڑ بیٹھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْداً طَيِّباً فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آئے یا عورتوں سے صحبت کی ہو اور پانی نہ مل سکے یا اسے استعمال نہ کرسکو تو پاک مٹی سے تیمّم کرتے ہوئے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتے بلکہ وہ تمہیں پاک اور تمہارے اوپر اپنا احسان پورا کرنا چاہتے ہیں تاکہ تم شکرگزار بن جاؤ۔ (سورہ المائدہ)

بیمار شخص کی طہارت کا طریقہ

۱- بیمار کے لئے ضروری ہے کہ وہ پانی سے طہارت کرے چنانچہ جنابت وغیرہ سے غسل کرے ورنہ وضو کرے۔

۲- اگر پانی استعمال کرنے سے عاجز ہو یا بیماری بڑھنے یا شفایاب ہونے میں دیر ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں تیمّم کرسکتا ہے۔

۳- تیمّم کا طریقہ کار یہ ہے کہ ایک بار اپنے دونوں ہاتھوں کو پاکیزہ زمین پر مارے اور پھر ان سے اپنے چہرے کا اور پھر دونوں ہتھیلیوں کا ایک دوسرے پر مسح کرے۔

۴- اگر بیمار بذات خود طہارت نہ کرسکتا ہو تو کوئی دوسرا شخص اسے وضو یا تیمّم کرواسکتا ہے۔

۵-اگر بیمار کے کسی عضو وضو پر زخم ہو اور وہ اسے پانی سے دھو سکتا ہے تو اسے دھولے لیکن اگر پانی سے زخم متاثر ہوتا ہے تو اپنا ہاتھ بھگو کر مسح کر لے لیکن اگر مسح کرنے سے زخم خراب ہوتا ہے تو پھر ان اعضاء وضو کی طرف سے تیمّم کر لے۔

وضاحت:- مثال کے طور پر اگر کسی کے دائیں پاؤں پر زخم ہو تو اسے چاہئے کہ باقی اعضاء دھونے کے بعد اگر پاؤں کا وہ حصہ جہاں زخم ہے دھو سکتا ہے تو دھولے لیکن اگر اس سے زخم خراب ہوتا ہے تو پھر باقی اعضاء دھونے کے بعد اس پاؤں کی طرف سے اس طرح تیمّم کر لے جیسے کہ تیمّم کرنے کا طریقہ بتایا جا چکا ہے۔

۶-اگر اس کے کسی ٹوٹے ہوئے عضو پر پٹی وغیرہ ہو تو دھونے کی بجائے اس پر مسح کر لینا کافی ہوگا، کیونکہ اس حالت میں مسح کرنا دھونے کے قائم مقام ہوگا چنانچہ اس کی طرف سے تیمّم کرنے کی ضرورت نہیں۔

۷- دیوار یا کسی بھی ایسی پاکیزہ چیز پر تیمّم کرنا جائز ہے جس پر گرد وغبار ہو اور اگر دیوار رنگ (پینٹ) شدہ ہو تو پھر صرف اس وقت اس پر تیمّم کرنا جائز ہوگا جب اس پر غبار ہو ورنہ نہیں۔

۸-اگر تیمّم زمین، دیوار یا کسی گرد آلود چیز پر کرنا ممکن نہ ہو تو پھر بیمار شخص اپنے پاس کسی برتن یا کپڑے میں مٹی رکھ لے اور اسی سے تیمّم کرے۔

۹-اگر مریض نے ایک نماز کے لئے تیمّم کیا اور اس کی یہ طہارت دوسری نماز تک باقی رہی تو وہ یہ نماز دوبارہ تیمّم کئے بغیر پڑھ سکتا ہے کیونکہ جب تک وہ

طہارت کسی وجہ سے ختم نہیں کر دیتا اس وقت تک اس کی طہارت باقی ہے

ملاحظہ: تیمّم بھی ہر اس چیز سے ختم ہو جاتا ہے جس سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔

۱۰- مریض کے لئے اپنے جسم سے ہر قسم کی نجاست دور کرنا ضروری ہے لیکن اگر وہ ایسا کرنے پر قادر نہ ہوتو وہ جس حالت میں ہے اسی حالت میں نماز پڑھ لے اور نجاست دور ہونے پر اسے نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

۱۱- بیمار شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ پاکیزہ کپڑوں میں نماز پڑھے چنانچہ اگر کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں تو انہیں دھونا یا پاکیزہ کپڑوں سے تبدیل کرنا ضروری ہوگا، لیکن اگر یہ ممکن نہ ہوتو پھر وہ جس حالت میں ہے اس میں نماز پڑھ لے، پاکیزہ کپڑے ملنے پر نماز دہرانے کی ضرورت نہیں۔

۱۲- بیمار کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پاک جگہ پر نماز پڑھے چنانچہ اگر جگہ ناپاک ہو جاتی ہے تو اسے دھونا، جگہ تبدیل کرنا پھر اس پر پاک چیز بچھانا ضروری ہوگا، لیکن اگر یہ سبھی کچھ ناممکن ہوتو وہ جیسے بھی ہو نماز پڑھ لے اور بعد میں دہرانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

۱۳- بیمار کے لئے جائز نہیں کہ طہارت نہ کر سکنے کی وجہ سے نماز بر وقت ادا نہ کرے بلکہ اسے چاہئے کہ حسب استطاعت طہارت کرے اور نماز کو اس کے وقت میں ادا کرے، اور اگر کوشش کے باوجود جسم، کپڑے یا جگہ سے نجاست دور نہ کر سکا ہوتو کوئی حرج نہیں۔

''بیمار شخص کیسے نماز ادا کرے؟''

۱ - بیمار کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز کھڑے ہو کر ادا کرے اگر چہ اسے جھک کر یا دیوار یا لاٹھی پر ٹیک لگا کر ہی کیوں نہ پڑھنا پڑے۔

۲ -لیکن اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ قیام اور رکوع کی جگہ پر وہ چارزانوں ہو کر بیٹھے۔

۳ -لیکن اگر بیٹھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر قبلہ رو ہو کر اپنے پہلو پر لیٹے ہوئے نماز پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ دائیں پہلو پر لیٹا ہو۔لیکن اگر قبلہ کی طرف رخ نہ کر سکتا ہو تو پھر وہ جس طرف لیٹا ہو اسی طرف نماز پڑھ لے۔اس کی نماز صحیح ہوگی اور دہرانے کی ضرورت نہیں۔

۴ - اگر پہلو پر بھی نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو وہ اپنے پاؤں قبلہ کے رخ کئے لیٹا ہوا نماز پڑھ سکتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ اس کا سر تھوڑا بلند ہو تا کہ قبلہ رو ہو سکے۔اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر وہ جیسے لیٹا ہو ویسے ہی نماز پڑھ لے، دہرانے کی ضرورت نہ ہوگی۔

۵ - بیمار کے لئے بھی رکوع اور سجدہ کرنا ضروری ہے لیکن اگر نہ کر سکتا ہو تو اپنے سر سے اشارہ کرتے ہوئے رکوع وسجدہ کرے چنانچہ سجدہ کرتے ہوئے رکوع کی نسبت سر زیادہ جھکائے اور اگر صرف رکوع ہی کر سکتا ہو تو رکوع کر لے اور سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کر لے، اسی طرح اگر صرف سجدہ کر سکتا ہو تو سجدہ کر لے اور رکوع کے لئے سر سے اشارہ کر لے، اور سجدہ کرنے کے لئے

کوئی تکیہ وغیرہ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔

۶ - اگر بیمار شخص رکوع اور سجدہ سر کے اشارہ سے بھی نہ کرسکتا ہو تو پھر اپنی آنکھوں سے اشارہ کرے چنانچہ سجدہ کے لئے اشارہ کرتے ہوئے رکوع کی نسبت زیادہ بند کرے، بعض بیمار حضرات رکوع اور سجدہ کے لئے انگلی سے اشارہ کرتے ہیں حالانکہ اس بات کی مجھے قرآن وحدیث اور علماء کے اقوال سے کوئی دلیل معلوم نہیں ہوسکی۔

۷ - پھر اگر سر یا آنکھ سے بھی اشارہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے نماز پڑھے، چنانچہ تکبیر کہے، قراءت کرے اور اپنے دل سے رکوع، سجدہ، قیام اور بیٹھنے کا ارادہ کرے اور ہر شخص کی جزا اس کی نیت کے مطابق ہے۔

۸ - بیمار کے لئے ہر نماز کو وقت پر ادا کرنا اور اس کے واجبات کو حسب استطاعت پورا کرنا ضروری ہے، لیکن اگر اس کے لئے ہر نماز وقت پر ادا کرنا مشکل ہو تو پھر ظہر وعصر اور مغرب وعشا کی نمازیں جمع کرسکتا ہے، آسانی کے مطابق جمع تقدیم یعنی عصر کی نماز ظہر کے ساتھ اور عشاء کی نماز مغرب کے ساتھ یا جمع تاخیر یعنی ظہر کی نماز عصر کے وقت میں اور مغرب کی عشاء کے وقت پڑھ سکتا ہے جبکہ فجر کی نماز کسی پہلی یا بعد والی نماز کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔

۹ - اگر بیمار شخص مسافر ہو اور اپنے شہر کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں علاج کروا رہا ہو تو اسے نماز قصر کرکے پڑھنا چاہئے چنانچہ چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھے جیسے کہ ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں ہیں، اور یہ رخصت اس کے لئے

علاج مکمل ہونے تک باقی ہے چاہے علاج طویل عرصہ میں ہو یا تھوڑے عرصہ میں ہو۔

''دعامستجاب''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے رات کو اٹھ کر یہ دعا پڑھی:

((لَااِلٰـهَ اِلَّا الـلّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَـلٰـى كُـلِّ شَـيْءٍ قَـدِيْـرٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ))

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے بادشاہی اور سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کی ذات پاک ہے سب تعریفیں اسکی ہیں اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اللہ کبریائی والا ہے اور اللہ کے سوا میری کوئی قوت وطاقت نہیں پھر اللھم اغفرلی (اے اللہ مجھے معاف کردے) کہا

تو اس کی دعا قبول ہوگی اور اگر وضو کر کے نماز پڑھی تو اسکی نماز قبول ہوگی۔ (بخاری)

نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ

نماز پڑھنے والا دل سے اس کی نیت کرے اور پھر چار تکبیریں کہے۔

۱- پہلی تکبیر کے بعد (اعوذ باللہ) اور (بسم اللہ) پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے۔

۲- دوسری تکبیر کے بعد درود ابراہیمی پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ))

۳- تیسری تکبیر کے بعد رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہونے والی یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَ شَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيْمَانِ، اللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ))

ترجمہ: یا اللہ ہمارے زندوں، مردوں، حاضر و غائب، چھوٹوں اور بڑوں، مردوں اور عورتوں کو بخش دے یا اللہ ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے موت دے اسے ایمان پر موت دے۔ اے اللہ ہمیں مرنے والے کے ثواب سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد کسی آزمائش میں مبتلا نہ کر۔ (احمد، ترمذی-حسن صحیح)

۴- چوتھی تکبیر کے بعد حسب منشاء دعا کرے اور پھر دائیں طرف سلام پھیر دے۔

موت کی نصیحت:

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾

ترجمہ: ہر جان کو موت چکھنا ہے اور قیامت کے روز تمہیں (تمہارے اعمال کا) پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، چنانچہ جو شخص جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب ہے اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔ (سورہ آل عمران)

اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تَزَوَّدْ لِلَّذِیْ لَابُدَّ مِنْهُ   فَاِنَّ الْمَوْتَ مِیْقَاتُ الْعِبَادِ

وَتُبْ مِمَّا جَنَیْتَ وَاَنْتَ حَیٌّ   وَكُنْ مُتَنَبِّهاً قَبْلَ الرُّقَادِ

سَتَنْدَمُ اِنْ رَحَلْتَ بِغَیْرِ زَادٍ   وَتَشْقٰی اِذْ یُنَادِیْكَ الْمُنَادِیْ

اَتَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ رَفِیْقَ قَوْمٍ   لَهُمْ زَادٌ، وَاَنْتَ بِغَیْرِ زَادٍ

ترجمہ: اس یقینی موت کی تیاری کا سامان کرو جو ہر شخص کو لامحالہ اپنے وقت پر آنے والی ہے، اور زندگی میں جو گناہ کر چکے ان سے توبہ کرلو اور قبر میں ڈالے جانے سے قبل ہی ہوشیار ہو جاؤ اگر تم بغیر زادراہ کے نکل پڑے تو شرمندگی ہوگی اور جب آواز دینے والا آواز دے گا تو بدبختی کا سامنا ہوگا، کیا تم بغیر

زادراہ کے ایسے لوگوں کا ہم سفر ہونا چاہتے ہو جو اپنا زادراہ ساتھ لے چکے ہوں۔

عیدگاہ میں نماز عیدین کی ادائیگی

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى، فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ جاتے تو وہاں پہنچ کر سب سے پہلے نماز پڑھتے ۔(بخاری)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ التَّكْبِيْرُ فِيْ الْفِطْرِ سَبْعٌ فِيْ الْاُوْلٰى ،وَخَمْسٌ فِيْ الْآخِرَةِ ، وَالْقِرَاءَةُ بَعْدَهُمَا كِلْتَيْهِمَا

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیدالفطر کی نماز میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں کہی جاتی ہیں اوران تکبیروں کے بعد قراءت کی جاتی ہے ۔(ابوداود-حسن)

اَمَرَنَا رَسُوْلَ اللّٰهُ ﷺ اَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِيْ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى : الْعَوَاتِقَ، وَالْحُيَّضَ، وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ،فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ ، وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ ، قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ : اِحْدَانَا لَايَكُوْنُ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ: لِتُلْبِسَهَا اُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا۔

ترجمہ: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے لئے آزاد عورتیں، حیض والی عورتیں اور پردہ

نشین کنواری لڑکیاں بھی ساتھ لے جائیں جہاں تک حائضہ عورتوں کا تعلق ہے تو وہ نماز نہ پڑھیں لیکن اس خیر و برکت کے اجتماع اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو جائیں۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا: اللہ کے رسول! اگر ہم میں سے کسی کے پاس اوڑھنی نہ ہو تو پھر؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسکی کسی بہن کو چاہئے کہ وہ اسے اپنی اوڑھنی اڑھا دے۔
(بخاری و مسلم)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ:

۱- نماز عیدین دو رکعت پڑھنا سنت ہے جس میں نمازی پہلی رکعت کے شروع میں سات اور دوسری رکعت کے شروع میں پانچ تکبیریں کہے پھر سورہ فاتحہ اور قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھے۔

۲- نماز عید مدینہ کے نزدیک عید گاہ میں ادا کی جاتی تھی جس کی طرف رسول اللہ ﷺ جایا کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ بچے، عورتیں، دوشیزائیں اور حتیٰ کہ حائضہ عورتیں بھی جایا کرتیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نماز عید کے لئے عید گاہ میں جانا ضروری ہے اور مسجد میں نماز عید پڑھنا صرف مجبوری کی حالت میں جائز ہے۔

عیدالاضحیٰ میں قربانی کرنے کی تاکید

۱ — ((اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِہٖ فِیْ یَوْمِنَا ھٰذَا : اَنْ نُصَلِّیَ ،ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ،فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِکَ اَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلاَۃِ فَاِنَّمَا ھُوَ لَحْمٌ قَدَّمَہٗ لِاَھْلِہٖ ،وَلَیْسَ مِنَ النُّسُکِ فِیْ شَیْءٍ))

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمیں چاہیے اپنا آج عید کا دن نماز سے شروع کریں پھر واپس آ کر قربانی کریں چنانچہ جوشخص اس طرح سے کرتا ہے تو اس نے ہماری سنت اپنا لی اور جس شخص نے نماز عید سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرلیا اس کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ اس نے اپنے اہل خانہ کو کھانے کے لئے گوشت مہیا کیا ہے۔ (بخاری ومسلم)

۲ — ((یَا اَیُّھَا النَّاسُ : اِنَّ عَلٰی کُلِّ بَیْتٍ اَضْحِیَۃٌ))

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگو! ہر گھر کے لئے قربانی کرنا ضروری ہے (۱)۔

۳ — ((مَنْ وَّجَدَ سَعَۃً أَنْ یُضَحِّیَ ، فَلَمْ یُضَحِّ فَلاَ یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا))

ترجمہ: اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوشخص استطاعت ہونے کے باوجود قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے (۲)۔

....

(۱) ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، ابن حجر رحمہ نے اسے قوی قرار دیا ہے۔

(۲) احمد وغیرہ، جامع الاصول کے مولف نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

نماز استسقاء (بارش مانگنے کے لئے نماز)

ا۔صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید گاہ کی طرف نماز استسقاء پڑھنے کے لئے نکلے چنانچہ آپ ﷺ نے بارش کے لئے دعا مانگی، پھر قبلہ رو ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر الٹ دی چادر کا دایاں حصہ بائیں طرف کر دیا۔(بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب قحط پڑتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر بارش کی دعا مانگتے اور فرماتے یا اللہ! ہم رسول اللہ ﷺ کو (جب وہ زندہ تھے) وسیلہ بناتے ہوئے بارش مانگا کرتے تھے تو تُو بارش برساتا تھا (اب جب کہ تیرے نبی ﷺ فوت ہو چکے ہیں) ہم آپ ﷺ کے چچا کا وسیلہ دیتے ہوئے تجھ سے بارش کی دعا کرتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ پانی برساتے تھے۔(بخاری)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ زندہ تھے تو مسلمان ان کو دعا کا وسیلہ بناتے اور ان سے بارش کے لئے دعا کرواتے اور جب وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو پھر مسلمانوں نے (فوت شدہ) نبی سے دعا نہیں کروائی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ (جو ابھی بقید حیات تھے) نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بارش کی دعا کی۔

''نمازخسوف وکسوف'' (وہ نماز جو سورج یا چاند گرہن لگنے سے پڑھی جاتی ہے)

۱- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن لگا تو آپ ﷺ نے منادی کروائی (نماز کے لئے جمع ہو جاؤ) پھر آپ نے چار رکوع اور چار سجدوں سے دو رکعت ادا کی۔ (یعنی ہر رکعت میں دو رکوع اور دو سجدے کئے)۔ (بخاری)

۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب سورج گرہن لگا تو آپ نے لوگوں کو اس طرح نماز پڑھائی کہ آپ نے لمبی قراءت کرنے کے بعد لمبا رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر لمبی قراءت کی جو پہلی قراءت کی نسبت کم تھی، پھر آپ نے رکوع کیا جو پہلے رکوع کی نسبت چھوٹا تھا پھر رکوع سے اٹھنے کے بعد دو سجدے کئے اور پھر اسی طرح سے دو رکعت ادا کی۔ اور جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو اس وقت سورج روشن ہو چکا تھا، پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور فرمایا: کہ سورج اور چاند کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں گہناتے (۱) بلکہ یہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں جو کہ اپنے بندوں کو (ڈرانے کے لئے) دکھاتے

---

(۱) نبی کریم ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا، کیونکہ اس دن آپ ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تھا۔ اس لئے بعض لوگوں نے یہ خیال کیا کہ شاید یہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کی وجہ سے سورج کو گرہن لگا ہے، تو آپ ﷺ نے ان کا یہ شبہ دور فرما دیا کہ سورج اور چاند کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے نہیں گہناتے۔

ہیں چنانچہ جب تم چاند یا سورج گرہن لگا دیکھوتو نماز کی طرف دوڑ و اللہ تعالیٰ سے دعا کرو درود پڑھواور صدقہ خیرات کرو پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے امت محمد! اگر تمہاری غیرت برداشت نہیں کرتی کہ تمہارا غلام یا لونڈی زنا کرے تو اللہ تعالیٰ تم سے بھی زیادہ غیرت مند ہیں کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کرے اے امت محمد! اگر تمہیں وہ باتیں معلوم ہوں جو مجھے معلوم ہیں تو تم بہت تھوڑا ہنسا کرو اور بہت زیادہ رویا کرو کیا میں نے تمہیں تبلیغ نہیں کر دی؟[۱]۔

....

(۱) بخاری ومسلم،مختصراً من جامع الاصول ۲/۱۵۶-۱۵۸ ۔

نماز استخارہ

(نماز استخارہ اس وقت پڑھی جاتی ہے جب کوئی شخص کوئی کام کرنا چاہتا ہو لیکن وہ اسے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ نہ کر پایا ہو تو اس حالت میں وہ دو رکعت پڑھ کر اس کام میں بہتری اور آسانی کی دعا کرے)۔مترجم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام کاموں کے لئے اس طرح دعاء استخارہ سکھاتے تھے جیسے قرآن کریم کی کوئی سورت سکھاتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی کام کا ارادہ کرے اسے دو رکعت نفل پڑھ کر یہ دعا مانگنی چاہئے۔

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ،وَاَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ ،وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ (اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِہٖ) فَاقْدُرْہُ لِیْ ، وَیَسِّرْہُ لِیْ ، ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْہِ،وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّی فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ،(اَوْ قَالَ فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَآجِلِہٖ)فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ، وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِہٖ)) رواہ البخاری

ترجمہ: یا اللہ میں تیرے علم کی بدولت بھلائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت کی مدد سے

کام کرنے کی طاقت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں یقیناً تو ہی قدرت رکھتا ہے میں قدرت نہیں رکھتا، تو ہی جانتا ہے جبکہ میں نہیں جانتا اور تو ہی غیب کا علم جاننے والا ہے۔ یا اللہ اگر تیرے علم کے مطابق یہ کام (اس کام کا نام لے) میرے لئے دینی و دنیاوی معاملات اور انجام کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرا مقدر بنا دے، اور اس کا حصول میرے لئے آسان کر دے۔ اور اسے میرے لئے بابرکت بنا دے۔ اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لئے دینی و دنیاوی معاملات اور انجام کے لحاظ سے نقصان دہ ہے تو اسے مجھ سے دور کر دے اور میری سوچ وفکر سے نکال دے اور جہاں کہیں بھی بھلائی ہو اسے میرا مقدر بنا دے اور مجھے اس پر مطمئن کر دے۔

جیسے انسان علاج کے لئے بذات خود دوا استعمال کرتا ہے ایسے ہی اسے یہ نماز اور دعا خود کرنی چاہئے۔ اور اس کا یقین ہو کہ اس نے اپنے جس رب سے استخارہ کیا ہے وہ ضرور اس کی بہتر راستہ کی طرف رہنمائی فرمائے گا اور اس بہتری کی علامت یہ ہے کہ آپ کے لئے اس کام کے اسباب آسان ہو جائیں گے۔ اس استخارہ کا علم ہونے کے بعد تم بدعتی استخارے سے بچو جو خوابوں، مکاشفوں اور خاوند بیوی کے ناموں کا حساب لگا کر کئے جاتے ہیں کیونکہ ایسی چیزوں کی دین میں کوئی حقیقت نہیں بلکہ شرک اور بدعت ہیں جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

جس شخص نے نجومی سے کوئی بات پوچھی اور اس کی تصدیق کر دی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (مسلم)

دوسری حدیث میں ہے کہ:

ایسے شخص نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والے (قرآن) سے کفر کا ارتکاب کیا۔(ابوداود)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو معلوم ہو کہ اس پر کس قدر گناہ ہے تو اس کے لئے چالیس (سال) کھڑا ہونا (انتظار کرنا) نمازی کے آگے سے گزرنے سے بہتر ہے۔(بخاری وابن خزیمہ)

(ابوالنضر نے کہا، کہ میں نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے چالیس دن یا چالیس سال کہا ہے یا چالیس مہینے)۔

اس حدیث میں نمازی کے آگے سے اس کے سجدہ کی جگہ سے گزرنے میں بہت بڑے گناہ کی وعید کی گئی ہے اور اگر گزرنے والے کو اس گناہ کا علم ہو تو وہ چالیس سال تک انتظار کرنا تو برداشت کرلے گا لیکن نمازی کے آگے سے نہیں گزرے گا، البتہ اس کے لئے نمازی کی سجدہ گاہ سے دور سے گزرنے میں کوئی حرج نہیں جیسے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس میں سجدہ کی حالت میں ہاتھ رکھنے کی جگہ بتائی گئی ہے۔

اور نمازی کو چاہئے کہ وہ اپنے سامنے سترہ رکھ لیا کرے تا کہ گزرنے والا خبردار ہو جائے جیسے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جب تم میں کوئی سترہ رکھے نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی اس کے سامنے سے گزرنا چاہے تو اسے روک دے اور پیچھے ہٹا دے اگر پھر

بھی وہ باز نہ آئے تو اسے سختی سے روکے کیونکہ وہ شیطان ہے۔(بخاری ومسلم)

۱ - بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہونے والی ممانعت میں مسجد الحرام (بیت اللہ) اورمسجد نبوی بھی شامل ہے کیونکہ آپﷺ نے یہ حدیث مکہ یا مدینہ میں ہی بیان فرمائی جہاں مسجد حرام اور مسجد نبوی ہیں۔

اس بات کی دلیل یہ بھی ہے کہ امام بخاری نے باب(يَـرُدُّ الْـمُصَلِّي مَنْ مَرَّ بَيْنَ يَـدَيْـهِ) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیت اللہ میں تشہد کے دوران آگے سے گزرنے والے کو روکا اور فرمایا: کہ اگر کوئی لڑنا چاہتا ہے تو اس سے لڑے یعنی اگر سختی کئے بغیر نہیں رکتا تو اسے سختی سے روکے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس حدیث میں بیت اللہ کا اس لئے ذکر کیا گیا ہے تا کہ یہ وہم نہ رہے کہ بیت اللہ میں بھیڑ ہونے کی وجہ سے آگے سے گزرنا جائز ہے، اثر مذکور کو امام بخاری کے استاد ابونعیم نے کتاب الصلاۃ میں کعبہ کے ذکر سے موصول کیا ہے۔

۲ - جبکہ سنن ابوداود میں روایت ہونے والی حدیث ایک راوی مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اس حدیث کی عبارت یہ ہے کہ: کثیر بن کثیر بن المطلب بن ابی وداعہ اپنے بعض گھر والوں سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا نے رسول اللہﷺ کو باب بنی سہم کے نزدیک بغیر سترہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور لوگ ان کے آگے سے گزر رہے تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کمزور ہے کیونکہ

کثیر بن کثیر نے یہ حدیث اپنے باپ سے نہیں بلکہ کسی گھر والے سے سنی ہے چنانچہ وہ مجہول ہے۔

۳- اسی طرح صحیح بخاری میں باب (سترۃ بمکۃ وغیرھا) میں حضرت ابوجحیفہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت بطحاء مکہ کی طرف نکلے جہاں آپ ﷺ نے اپنے سامنے لاٹھی گاڑے ہوئے ظہر اور عصر کی دوگانہ نماز ادا کی۔

مختصراً یہ کہ نمازی کے آگے سے اس کی سجدہ گاہ سے گزرنا حرام ہے اور اگر وہ اپنے سامنے سترہ رکھے ہوئے ہو۔ اور پھر بھی کوئی اس کی سجدہ گاہ سے گزرے تو اس میں سخت گناہ کی وعید ہے مذکورہ احادیث کی رو سے یہ حکم مسجد الحرام اور باقی سبھی جگہوں کے لئے برابر ہے اس حکم سے صرف سخت بھیڑ کے وقت مجبوری کی حالت مستثنیٰ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی قراءت اور نماز

۱- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلاً﴾ (سورة المزمل: ٤)

ترجمہ: اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

۲- آپ ﷺ تین دن سے کم مدت میں قرآن ختم نہیں کرتے تھے (۱)۔

۳- آپ ﷺ ہر آیت پڑھ کر رکتے اور پھر اگلی آیت پڑھتے چنانچہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

....

(۱) صحیح، احمد۔

رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ کہہ کر رکتے پھر ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ پڑھتے اور رک جاتے (۱)۔

۴- آپ ﷺ فرمایا کرتے: کہ قرآن اچھی اور رسیلی آواز سے پڑھا کرو کیونکہ اچھی آواز قرآن کے حسن کو دوبالا کر دیتی ہے (۲)۔

۵- آپ ﷺ قرآن پڑھتے ہوئے آواز لمبی کرتے (۳)۔

۶- آپ ﷺ مرغ سحر کی آواز سن کر نیند سے بیدار ہوتے (۴)۔

۷- آپ ﷺ کبھی کبھار اپنے جوتوں میں بھی نماز پڑھ لیتے (۵)۔

۸- آپ ﷺ دائیں ہاتھ سے ذکر واذکار کا شمار کرتے (۶)۔

۹- جب رسول اللہ ﷺ کو کوئی مشکل درپیش ہوتی تو نماز پڑھتے (۷)۔

۱۰- آپ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور دائیں ہاتھ کی انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی اٹھائے دعا کرتے۔ (مسلم صفة الجلوس فی الصلاۃ ۵/۸۰)۔

۱۱- (نماز میں بیٹھے ہوئے) آپ ﷺ دائیں ہاتھ کی انگلی (شہادت) کو حرکت دیتے ہوئے دعا کرتے (نسائی۔صحیح)

اور آپ ﷺ فرماتے: اس کی ضرب کاری شیطان کے اوپر لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (احمد، حسن)۔

---

(۱) ترمذی، صحیح۔ (۲) ابوداؤد، صحیح۔ (۳) احمد، صحیح۔ (۴) بخاری ومسلم۔
(۵) بخاری ومسلم۔ (۶) ترمذی وابوداؤد، صحیح۔ (۷) ابوداؤد، احمد، حسن۔

۱۲- آپ ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھتے (۱)۔

۱۳- چاروں ائمہ کرام نے متفقہ طور پر فرمایا ہے کہ ((اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ)) اگر صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہوگا۔ اس لئے تشہد کے دوران انگلی کو حرکت دینا (رفع الیدین کرنا، بلند آواز سے آمین کہنا) اور نماز میں سینے پر ہاتھ رکھنا ان کے مذہب کے مطابق ہے اور یہی سنت ہے۔

۱۴- انگلی شہادت کو نماز میں حرکت دینا امام مالک اور بعض شافعی حضرات وغیرہ کا مذہب ہے جیسے کہ اس کا ذکر امام نووی کی کتاب شرح المہذب (۳/۴۵۴) اور محقق جامع الاصول نے (۵/۴۰۴) کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے حرکت دینے کی وجہ مذکور حدیث میں بیان فرمادی ہے جس میں ہے کہ اس طرح انگلی کو حرکت دینا اللہ کی شیطان پر لوہے کی ضرب سے بھی زیادہ سخت ہے اور یہ اس لئے کہ انگلی کا حرکت دینا اللہ کی توحید کی طرف اشارہ ہے جبکہ شیطان کو توحید ناپسند ہے چنانچہ ایک مسلمان کو چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کا انکار کرنے کی بجائے آپ ﷺ کی پیروی کرے جیسے کہ انہوں نے فرمایا:

....

(۱) ابن خزیمہ نے اسے روایت کیا ہے، ترمذی نے حسن کہا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے اس کا ذکر مسلم شریف کی شرح میں کیا اور کہا کہ: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث ضعیف ہے۔

((صَلُّوْا كَمَارَأَيْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ))

ترجمہ: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

''رسول اللہ ﷺ کی عبادت''

۱- ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَآاَيُّهَا الْمُزَمِّلُ ☆ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلَيْلاً﴾

ترجمہ: اے چادر اوڑھنے والے، رات کا قیام کرو سوائے کچھ حصے کے۔

۲- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ رمضان میں یا رمضان کے علاوہ (قیام اللیل) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ چار رکعت اس طرح پڑھتے کہ ان کے حسن وطول کا کیا پوچھنا، پھر آپ چار رکعت اس طرح پڑھتے کہ ان کے حسن وطول کا کیا پوچھنا، پھر آپ ﷺ تین رکعت پڑھتے میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ وتر سے پہلے سوتے بھی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔

۳- حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ رات کا پہلا حصہ سوتے اس کے بعد آپ ﷺ قیام (نماز) کرتے اور جب سحری کا وقت ہوتا تو آپ وتر پڑھتے پھر اپنے بستر پر آتے اگر حاجت ہوتی تو اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے پھر جب

اذان سنتے تو اٹھتے اگر جنبی ہوتے تو غسل فرماتے ورنہ وضو کر لیتے اور نماز کے لئے مسجد میں چلے جاتے۔

۴- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ (رات کو) اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ کے قدم سوج جاتے جب آپ ﷺ سے کہا جاتا اے اللہ کے رسول آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ اللہ نے آپ کے اگلے اور پچھلے سبھی گناہ معاف کر دیئے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

۵- رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہاری دنیا میں سے میرے لئے عورتیں اور خوشبو پسندیدہ بنادی گئی جبکہ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کیا گیا ہے۔

زکوٰۃ اور اسلام میں اس کی اہمیت

زکوٰۃ کے معنیٰ:- زکوٰۃ سال میں مقرر حق ہے جو چند شرطوں کے تحت معینہ لوگوں پر مقررہ اوقات میں ادا کرنا فرض ہے۔

زکوٰۃ اسلام کے عظیم ارکان میں سے ایک رکن ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر نماز کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اور سبھی مسلمان اس کی حتمی فرضیت پر متفق ہیں چنانچہ جو شخص جاننے کے بعد بھی اس کی فرضیت کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہے اور اسلام سے خارج ہے جس شخص نے بخل کیا یا اس میں کوئی کمی کی تو وہ ایسے ظالموں میں سے ہے جس کے لئے سخت سزا

اورعذاب کی وعید آئی ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَقِيْمُوْا الصَّلاَةَ وَآتُوْا الزَّكَاةَ﴾

ترجمہ: اورنماز قائم کرواورزکوٰۃ ادا کرو۔

اوراللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوْا الصَّلاَةَ وَيُؤْتُوْا الزَّكَاةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةُ﴾

ترجمہ: اورنہیں حکم دیا گیا لوگوں کوسوائے اس کے کہ وہ اللہ ہی کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے عبادت کریں (ابراہیم حنیف کے دین پر) اورنماز قائم کریں اورزکوٰۃ ادا کریں اوریہی دین حق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں آپ نے زکوٰۃ کا ذکر کیا۔(بخاری ومسلم)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن بھیجا تو فرمایا: اگروہ (یعنی اہل یمن) تمہارا کہا مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جوان کے مالدارلوگوں سے لیکران کے فقیروں میں تقسیم کی جائے گی۔(بخاری)

اورزکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والے کے کافرہوجانے کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوْا الصَّلاَةَ وَآتُوْا الزَّكَاةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِيْ الدِّيْنِ﴾

ترجمہ: پس اگروہ (کافر) توبہ کرلیتے ہیں اورنماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا

کرتے ہیں تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی ہوں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص نماز قائم نہیں کرتا اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتا وہ ہمارا دینی بھائی نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ کافروں میں سے ہے اسی لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرنے والوں اور نماز قائم کرنے کے باوجود زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جنگ کی اور سبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے متفقہ طور پر آپ کا ساتھ دیا چنانچہ ان کے اس عمل کی حیثیت اجماع کی ہے۔

زکوٰۃ کی وجہ فرضیت اور اس کی حکمت

زکوٰۃ کی فرضیت کی بہت سی وجوہات، عظیم مقاصد اور مصلحتیں ہیں جو کتاب وسنت کی ان آیات واحادیث پر غور کرنے سے سامنے آتی ہیں، جن میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کی مثال سورہ توبہ کی وہ آیت ہے جس میں مستحقین زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے اسی طرح وہ آیات اور احادیث جن میں اعمال خیر میں مال خرچ کرنے کی ترغیب آئی ہے۔

زکوٰۃ کے بعض فوائد

۱- زکوٰۃ دینے سے مسلمان کے دل پر غلطیوں اور گناہوں سے پیدا ہونے والے زنگ کا ازالہ ہوتا ہے اور بخل وکنجوسی کی وجہ سے اس کی روح کے اندر پیدا ہونے والے برے اثرات ختم ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ سورة التوبہ: ۱۰۳

ترجمہ: (اے میرے رسول) ان کے مال سے زکوٰۃ لے کران کو پاک کرواوران کا تزکیہ نفس کرو۔

۲-اورمحتاج ،غریب مسلمانوں کی مدداوردلجوئی ہوجاتی ہےاوروہ غیراللہ سےسوال کرنے کی ذلت سے بچ جاتا ہے۔

۳-مسلمان قرضدار کا قرض ادا کر کے اس کی پریشانی ختم کی جاتی ہے اورقرض خواہوں کوان کا قرض ادا ہو جاتا ہے۔

۴-ضعیف الایمان لوگوں سے تعاون کر کے ان کے شکوک وشبہات اور بے چینی کے سبب بکھرے ہوئے دلوں کواسلام اورایمان کے رشتہ میں منسلک کیا جاتا ہےاوران میں ایمان راسخ اوریقین محکم کی آبیاری کی جاتی ہے۔

۵-اسلام کی نشرواشاعت کرنے ،کفروفساد کومٹانے اورعدل وانصاف کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کوجنگی ہتھیاروں سے لیس کرنا تاکہ اللہ کی زمین سے کفروشرک مٹا کراللہ کی حاکمیت اوراسی کا دین قائم کیا جائے۔

۶-ایسے مسافر (راہ گیر) کی مدد کرنا جس کا زادِراہ ختم ہو چکا ہو، چنانچہ اسے زکوٰۃ میں سےاس قدر مال دیا جائے جواس کے لئے گھر پہنچنے تک کافی ہو۔

۷- زکوٰۃ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اوراس کے احکام کی بجا آوری اوراس کی مخلوقات پراحسان کرنے سے مال پاک ہوجاتا ہے اور بڑھتا

ہے اور ہر قسم کی آفات سے محفوظ ہوتا ہے۔

یہ چند وہ بلند پایہ اسباب اور عظیم مقاصد ہیں جن کے تحت صدقہ وزکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے اس کے علاوہ بھی بے شمار اغراض ومقاصد ہیں کیونکہ اسرار شریعت اوراس کے اغراض ومقاصد کا احاطہ صرف خدائے عز وجل ہی کرسکتا ہے۔

مال کی وہ اقسام جن میں زکوٰۃ فرض ہے

چار قسم کی چیزوں میں سے زکوٰۃ نکالنا فرض ہے:

۱- زمین سے اگنے والے اناج اور پھل وغیرہ:

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِـنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَـمَّـمُـوْا الْـخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے کمائے ہوئے پاکیزہ مال سے خرچ کرو اور جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے (اناج) نکالا اس میں سے بھی خرچ کرو اور خرچ کرتے ہوئے ایسا گھٹیا اور ردی مال نکالنے کا ارادہ نہ کرو جو اگر تمہیں وصول کرنا ہو تو آنکھیں بند کر کے قبول کرو۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ سورة الانعام:آیت ۱۴۱

ترجمہ: اور اس (فصل) کا حق کٹائی کے وقت ہی ادا کرو، اور مال کا عظیم ترین حق زکوٰۃ ہے جیسے کہ نبیﷺ نے فرمایا: جو فصل بارش یا چشموں کے پانی سے سیراب ہو اس میں فصل کا دسواں حصہ زکوٰۃ نکالی جائے گی جبکہ جس فصل کو خود پانی لگایا جائے اس میں فصل کا بیسواں حصہ زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ (بخاری)

۲-سونا چاندی اور نقدی میں زکوٰۃ فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ سورة التوبه: آيت ٣٤

ترجمہ: اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ (التوبہ)

اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا: جو بھی سونا اور چاندی کا مالک ان کی زکوٰۃ نہیں نکالتا قیامت کے دن اس کے لئے جہنم کی آگ سے سلاخیں تیار کی جائیں گی اور ان کو جہنم کی آگ سے گرم کیا جائے گا اور اس کو داغا جائے گا اور جب وہ سلاخیں ٹھنڈی ہوں گی انہیں دوبارہ گرم کیا جائے گا، یہ اس ایک دن میں ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا یہاں تک کہ بندوں کا حساب نہ کر دیا جائے۔

۳-تجارتی اموال:-اس سے مراد زمین، جانور، سامان خورد ونوش اور گاڑیوں جیسی ہر وہ چیز ہے جو تجارتی مقصد سے تیار کی جائے، چنانچہ ہر سال ختم ہونے پر اس کا مالک مال کی قیمت کا اندازہ لگائے اور اس کی قیمت کا اڑھائی فیصد

بطور زکوٰۃ نکالے چاہے یہ مبلغ اسکی قیمت خرید کے برابر ہو یا اس سے کم یا زیادہ ہواسی طرح جنرل سٹورز، موٹر ہاوسز، اور سپیر پارٹس وغیرہ کے مالکان کو چاہئے کہ وہ اپنی دکانوں میں موجودہ سامان کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا شمار کرتے ہوئے حساب لگائیں اور اس کی زکوٰۃ نکالیں، لیکن اگر ان کے لئے اس طرح ہر چھوٹی بڑی چیز کا شمار کرنا ناممکن ہوتو احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس طرح سے زکوٰۃ نکالیں جس سے وہ بری الذمہ ہوسکیں۔

۴-مویشی:-جس میں اونٹ، گائے، بکری اور بھیڑ شامل ہیں بشرطیکہ:

ا)-وہ جانور چراگاہوں میں چرنے والے ہوں۔

ب-دودھ یا گوشت (افزائش نسل) کے لئے تیار کئے گئے ہوں۔

ج-زکوٰۃ کے نصاب کی حد تک جا پہنچیں۔

چرنے والے جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جو پورا سال یا سال کا بیشتر حصہ چراگاہوں کی گھاس پھونس پر گزر بسر کریں لیکن اگر ایسا نہیں یعنی انہیں اکثر اوقات چارہ مہیا کرنا پڑتا ہوتو پھر صرف اس وقت ان میں زکوٰۃ فرض ہوگی جب وہ تجارتی مقصد کے لئے تیار کئے جائیں چنانچہ اگر خرید وفروخت کے لئے تیار کئے گئے ہوں تو ان کی تجارتی مال ہونے کے لحاظ سے زکوٰۃ نکالی جائے گی چاہے وہ چراگاہوں میں چرنے والے ہوں یا خود چارہ مہیا کر کے پالے جائیں۔

نصاب زکوٰۃ کی مقدار

۱- اناج اور پھل: - اس کا نصاب پانچ وسق ہے جو کہ ۶۱۲ کلوگرام گندم کے برابر ہے، چنانچہ اگر اناج یا پھل ۶۱۲ کلوگرام تک پہنچ جائیں تو اگر وہ فصل چشموں یا بارش سے سیراب کی گئی ہے تو اس میں دسواں حصہ اور اگر وہ فصل محنت ومشقت سے سیراب کی گئی ہے تو اس سے بیسواں حصہ زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

۲-نقدی اور قیمتی دھات وغیرہ:

ا-سونے کا نصاب: بیس دینار ہے جو کہ ۸۵ گرام کے برابر ہے چنانچہ اگر سونے کا وزن پچاسی گرام یا اس سے زیادہ ہو تو اس سے اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔

ب- چاندی کا نصاب: پانچ اواق ہے جو کہ ۵۹۵ گرام کے برابر ہے اگر چاندی پانچ سو پچانویں گرام یا اس سے زیادہ ہو تو اس میں سے بھی اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔

ج-کرنسی وغیرہ یا روپیہ پیسہ: اگر سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو اس سے بھی اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالنا ہوگی۔

۳-تجارتی اموال: اس کی قیمت کا اندازہ کیا جائے چنانچہ اگر وہ سونے یا چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو اس سے بھی اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

۴-مویشی:

ا-اونٹ: اونٹوں کا کم از کم نصاب پانچ اونٹ ہیں جن کی طرف سے ایک بکری زکوٰۃ کے طور پر نکالنا ہوگی۔
ب-گائے: گائے کا کم از کم نصاب تیس گائے ہیں جس کے لئے ایک سال کا گائے کا بچھڑا زکوٰۃ کے طور پر نکالا جائے گا۔
ج-بکری: بکری کا کم از کم نصاب چالیس بکریاں ہیں جن میں سے ایک بکری بطور زکوٰۃ نکالی جائے گی۔
مزید معلومات کے لئے ان مسائل کی تفصیلات حدیث اور فقہ کی کتابوں میں دیکھئے۔

زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں

کسی شخص پر زکوٰۃ اس وقت فرض ہوتی ہے جب درج ذیل شرطیں پائیں جائیں:
۱-اسلام: کافر اور مرتد پر زکوٰۃ فرض نہیں اور نہ ہی اس سے قبول ہوتی ہے۔
۲-مکمل ملکیت: یعنی جس مال سے زکوٰۃ نکالی جائے اس پر مکمل ملکیت حاصل ہو، اسے جیسے چاہے استعمال کر سکے ورنہ کم از کم اس کے حصول پر قادر ہو۔
۳-مال نصاب زکوٰۃ تک پہنچ جائے: یعنی مال اتنا ہو جو شریعت کی مقررہ مقدار یا اس سے زیادہ ہو اور یہ نصاب ہر مال کے لحاظ سے مختلف ہے جیسا کہ پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے کہ اموال میں اندازاً اور باقی اشیاء میں معینہ مقدار ہے۔
۴-سال کا گزرنا: وہ یہ کہ نصاب کی حد تک مال ملکیت میں آئے ہوئے سال مکمل ہو چکا ہو، لیکن زمین سے اگنے والی چیزوں کی زکوٰۃ اس کی کٹائی کے وقت نکالی

جائے گی اسی طرح چراگاہوں میں پلنے والے جانوروں کی پیداوار اور تجارتی اموال سے حاصل ہونے والے منافع پر زکوٰۃ سال پورا ہونے پر انکے اصل کے ساتھ نکالی جائے گی۔

۵-حریت: کیونکہ کسی غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں اور وہ اس لئے کہ غلام کسی چیز کی ملکیت رکھنے کا مجاز نہیں بلکہ اسکا مال اس کے مالک کی ملکیت ہوتا ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ (وہ لوگ جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں)

زکوٰۃ کے مستحق لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے خود تعین کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِيْ الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلَيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ سورة التوبه: آیت ٦٠

ترجمہ: زکوٰۃ کے مستحق صرف وہ ہیں جو فقیر، مسکین اور زکوٰۃ پر کام کرنے والے ہوں اور جن کی تالیف قلب مقصود ہو اور غلام آزاد کرنے، قرضدار، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور مسافر۔ یہی اللہ کا عائد کردہ فریضہ ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور دانائی والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آٹھ قسم کے جن لوگوں پر زکوٰۃ صرف کرنے کا حکم دیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱-فقیر: اس سے مراد وہ شخص ہے جو اپنی ضروریات کا آدھا یا اس سے بھی کم کا مالک

ہو اور فقیر مسکین کی نسبت زیادہ ضرورت مند ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

﴿اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِيْ الْبَحْرِ﴾

ترجمہ: جب کہ کشتی ایسے مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کشتی کا مالک ہونے کے باوجود مسکین کا نام دیا ہے۔

۲۔مسکین: ایسا محتاج ہے جو فقیر کی نسبت بہتر حالت میں ہو جیسے کہ کسی کو دس روپے کی ضرورت ہو اس کے پاس صرف سات آٹھ روپے ہوں، فقیر اور مسکین کو اس قدر زکوٰۃ دینی چاہئے جو ان کی سال بھر کی ضروریات کے لئے کافی ہو، کیونکہ زکوٰۃ سال میں صرف ایک بار ادا کرنا ہوتی ہے، اس لئے محتاج اپنی سال بھر کی ضروریات کے مطابق زکوٰۃ لے سکتا ہے، (کافی) ہونے سے مراد کھانے، پینے، پہننے اور رہنے سہنے کی وہ ضروریات مہیا ہونا ہے جن کے بغیر گزارہ نہ ہو سکے، چنانچہ دی جانے والی زکوٰۃ اتنی ہو کہ اس سے فضول خرچی یا تنگدستی سے کام لئے بغیر زکوٰۃ والے کی حیثیت کے مطابق اس کی اور اس کے اہل خانہ کی ضروریات پوری ہو سکیں، اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو زمان ومکان اور اشخاص کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہیں، چنانچہ جو مقدار اس جگہ کے لئے کافی ہے وہ دوسری جگہ کے لحاظ سے ناکافی ہو سکتی ہے اس طرح جو مقدار دس سال قبل کافی سمجھی جاتی تھی وہ آج کے دور میں ناکافی ہو سکتی ہے (اس طرح جو چیز ایک شخص کے لئے کافی ہو وہ دوسرے شخص کے لئے

اس کے اہل وعیال یا خرچہ وغیرہ زیادہ ہونے کی وجہ سے ناکافی ہوسکتی ہے)
علماء کرام فرماتے ہیں کہ ضروریات میں بیمار کا علاج، کنوارے کی شادی اور
حسب ضرورت علمی کتابیں بھی شامل ہیں۔

زکوٰۃ حاصل کرنے والے ان فقیروں اور مسکینوں کے لئے یہ شرط ہے کہ:
وہ مسلمان ہوں، اور بنی ہاشم اور ان کے غلاموں میں سے نہ ہوں اور نہ اُن لوگوں میں سے ہوں جن کا خرچ زکوٰۃ دینے والے پر ہو۔ جیسے والدین، اولاد، بیویاں وغیرہ، اور نہ ہی تندرست یا باروزگار لوگوں میں سے ہوں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ میں کسی مالدار یا طاقتور باروزگار کا کوئی حق نہیں۔

۳ - **عاملین زکوٰۃ:** یہ وہ لوگ ہیں جنہیں حاکم یا اس کا نائب زکوٰۃ اکٹھا کرنے اس کی حفاظت اور تقسیم کرنے کی ذمہ داری سونپتا ہے جس میں زکوٰۃ وصول کرنے، اس کی رکھوالی کرنے، اس کا حساب وکتاب کرنے، اس کی نقل وحرکت اور تقسیم کرنے والے سبھی لوگ شامل ہیں، عامل زکوٰۃ اگر مسلمان، بالغ، عاقل، امانتدار اور فرض شناس ہے تو اسے اس کے کام کے مطابق زکوٰۃ دی جائے گی خواہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ بنی ہاشم میں سے ہے تو پھر اسے زکوٰۃ دینا جائز نہیں جیسے کہ عبدالمطلب بن ربیعہ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک صدقہ (زکوٰۃ) محمد ﷺ کے لئے حلال نہیں۔ (مسلم)

۴ - **تالیف قلب کے لئے:** اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے قبیلوں کے فرمانروا ہوں اور ان کے اسلام لانے کی امید ہو (چنانچہ اسے اسلام کے مزید قریب

کرنے کے لئے زکوٰۃ میں سے کچھ دیا جاسکتا ہے) یا اس کے ایمان کو مزید تقویت دینا یا اس کی وجہ سے دوسرے لوگوں کا اسلام قبول کرنا مقصود ہو یا کم از کم اس کی شرانگیزیوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا مراد ہو تو تب بھی انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور ایسے لوگوں کا زکوٰۃ میں حصہ منسوخ نہیں ہوا بلکہ یہ حصہ باقی ہے اور انہیں زکوٰۃ میں سے اس قدر مال دیا جاسکتا ہے جس سے ان کی تالیف قلب اور اسلام کی نصرت و دفاع ہو سکے۔

چنانچہ زکوٰۃ کا یہ بند کافروں کے لئے بھی استعمال ہوسکتا ہے جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگ حنین سے ملنے والے مال غنیمت میں سے صفوان بن امیہ کو کچھ حصہ دیا۔ (مسلم)

اسی طرح یہ بند مسلمانوں کے لئے صرف کیا جاسکتا ہے جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان بن حرب، اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصن کو سوسو اونٹ دیئے۔

۵- گردنیں آزاد کرنے کے لئے: جس میں غلام آزاد کرنا، مکاتب کی مدد کرنا اور دشمن کی قید سے جنگی قیدیوں کو رہا کرنا شامل ہے کیونکہ یہ عمل کسی قرضدار کا قرض اتارنے کے مترادف یا اس سے بھی بڑھ کر ہے کیوں کہ ایسے قیدی کے مرتد ہو جانے یا اس کے قتل کئے جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

۶- قرض اٹھانے والے: ایسے قرضداروں کے لئے جنہوں نے قرض لیا ہو اور اسے واپس کرنا ہو لیکن قرض اتارنے کے لئے ان کے پاس رقم نہ ہو۔

قرض کی دو قسمیں ہیں:

ا-کوئی شخص اپنی جائز ضرورت کے لئے جیسے کہ اخراجات کپڑے، شادی، علاج، مکان بنانے، ضروری گھریلو اشیاء کی خریداری کے لئے یا کسی دوسرے شخص کے نقصان کر دینے کی وجہ سے مقروض ہو چکا ہو چنانچہ اگر وہ قرضدار فقیر ہے اور اس کے پاس قرض اتارنے کی استطاعت نہیں تو اسے زکوٰۃ میں سے اس قدر مال دیا جا سکتا ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مسلمان ہو اور اس نے قرض کسی حرام کام کے لئے نہ لیا ہو، اور نہ ہی اس کا قرض مؤجل ہو جسے فوراً ادا کرنا ضروری نہ ہو اور یہ کہ وہ کسی ایسے شخص کا قرضدار ہو جو اس سے مطالبہ کر رہا ہو، چنانچہ اس کا قرض کفارہ یا زکوٰۃ وغیرہ جیسے حقوق اللہ سے متعلق نہ ہو۔

ب-قرض کی دوسری قسم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے فائدہ کی خاطر قرض لے تو اسے بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے تا کہ وہ اپنا قرض اتار سکے جسکی دلیل حضرت قبیصہ الہلالی کی حدیث ہے فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کی ضمانت لے لی اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تا کہ ان سے تعاون حاصل کر سکوں تو مجھے فرمایا کہ اس وقت تک انتظار کرو جب تک صدقہ وخیرات کا مال آ جائے تو ہم تمہیں اس میں سے دلوا دیں گے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے آدمیوں کے سوا کسی کے لئے سوال کرنا جائز نہیں، ایک وہ شخص جس نے کسی کی ضمانت لی ہو اس کے لئے اس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک وہ اپنی ضمانت پوری نہیں کر لیتا اس کے بعد مانگنا بند کر دے، دوسرا وہ شخص جسے

کوئی ایسی آفت پہنچی ہو جس سے اس کا مال ومتاع تباہ ہو گیا ہو تو اس کے لئے بھی اس وقت تک سوال کرنا جائز ہے جب تک اسے روزی مہیا نہیں ہو جاتی، اور تیسرا وہ شخص جس کو فاقہ پہنچے یہاں تک کہ اس کی قوم کے تین عقل مند آدمی اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں شخص کو سخت فاقہ پہنچا ہے پس اس کے لئے مانگنا درست ہے یہاں تک کہ اسے اتنا مل جائے جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جائے، یا آپ نے فرمایا کہ حاجت مندی کو دور کرے۔ اے قبیصہ ان تین صورتوں کے علاوہ سوال کرنا حرام ہے، اور ایسا سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔ (مسلم)

اسی طرح کسی مردہ شخص کا قرض بھی ادا کیا جاسکتا ہے کیونکہ قرض دار کا قرض اتارنے کے لئے اسے دی جانے والی زکوٰۃ اس کے حوالے کرنا ضروری نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرضدار کا زکوۃ میں حصہ رکھا ہے نہ کہ اسے زکوٰۃ کا مالک قرار دیا ہے۔

۷- **اللہ کی راہ میں:** یعنی ایسے لوگوں کے لئے جو رضا کارانہ طور پر جہاد کر رہے ہوں اور حکومت کی طرف سے ان کے لئے مقررہ تنخواہ نہ ہو سرحدوں کی حفاظت کرنے والے بھی ایسے ہی ہیں جیسے کہ میدان جنگ میں لڑنے والے ہوں، زکوٰۃ کے اس بند میں فقیر اور مالدار سبھی شامل ہیں لیکن اس میں باقی ماندہ رفاہ عامہ کے کام شامل نہیں ہوسکتے ورنہ آیت کریمہ میں باقی ماندہ اقسام کا اس طرح تفصیلی طور پر ذکر کرنا مناسب نہ تھا، کیونکہ ان مذکورہ چیزوں کا شمار بھی رفاہ عامہ کے کاموں میں ہوتا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم بہت وسیع ہے اس میں لوگوں کی فکری تربیت، شرپسندوں کی شرانگیزیوں کا سد باب، گمراہ کن لوگوں کے پیدا کردہ شبہات کا ازالہ اور ادیان باطلہ کا رد کرنا شامل ہے اس کے علاوہ اچھی اور مفید اسلامی کتابوں کی نشر واشاعت اور نصرانیت ودہریت (الحاد) کے خلاف کام کرنے کے لئے مخلص اور امین لوگوں کی کوششوں کا بروئے کار لانا بھی شامل ہے جیسے کہ ابوداود میں صحیح اسناد سے مروی حدیث ہے کہ مشرکوں سے اپنے مال، جان اور زبانوں سے جہاد کرو۔

۸- **مسافروں کے لئے:-** یہاں ایسے مسافر مراد ہیں جو اپنی کسی جائز ضرورت کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں اور اپنا زادِ راہ ختم ہو جانے پر کہیں سے قرض وغیرہ بھی حاصل نہیں کر سکتے تو انہیں زکوٰۃ میں سے اس قدر مال دیا جا سکتا ہے جو ان کے گھر پہنچنے تک کافی ہو اگر ایسا مسافر کسی غرض کی خاطر قیام پذیر ہے تو بھی اسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے اگر چہ اس کو اپنی غرض پوری کرنے کے لئے کافی عرصہ درکار ہو۔

زکوٰۃ تقسیم کرتے ہوئے ان آٹھ قسموں کی شمولیت ضروری نہیں بلکہ حاجت اور ضرورت کے تحت حکمراں، اس کا نائب یا زکوٰۃ دینے والا اپنی صوابدید سے کام لیتے ہوئے ان میں بعض قسموں پر بھی صرف کر سکتا ہے۔

وہ لوگ جنھیں زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی

درج ذیل لوگوں کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی:

۱- ایسے لوگ جو مالدار، تندرست، طاقتور اور روزگار پانے والے ہوں۔

۲- زکوٰۃ دینے والے کے والدین اور اس کے بیوی بچے، جنکے اخراجات کا وہ ذمہ دار ہو۔

۳- غیر مسلم جن میں بے نماز، مشرک اور بے دین سبھی لوگ شامل ہیں۔

۴- نبی اکرم ﷺ کی آل واولاد (بنی ہاشم)۔

اگر زکوٰۃ دینے والے کے والدین اور بیوی بچے فقیر ہوں اور کسی وجہ سے ان پر خرچہ نہ کرسکتا ہو تو اس حالت میں اس پر ایسے لوگوں کا خرچہ واجب نہ ہونے کی وجہ سے وہ انہیں زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

جبکہ والدین اور بیوی بچوں کے علاوہ سبھی قرابتداروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اس طرح اگر بنی ہاشم (آل رسول) مال غنیمت اور فئی کا پانچواں حصہ وصول نہ کر پاتے ہوں تو ضرورت اور حاجت کے مدنظر انہیں بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے فوائد

۱- اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بجا آوری اور اللہ ورسول کی محبت کو نفسانی حب مال پر ترجیح دینا۔

۲- معمولی عمل کے مقابلے میں اس سے کئی گنا زیادہ ثواب کا حصول: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے اس خرچہ کی مثال اس دانے کی ہے جس سے سات بالیاں اگیں ہر بالی میں سو دانہ ہو اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں کئی گنا بڑھا کر دیتے ہیں۔

٣- صدقہ وزکوٰۃ ایمان کی دلیل: جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا صدقہ (ایمان کا) ثبوت ہے۔ (مسلم)

٤- گناہ اور برے اخلاق سے پاکیزگی کا سبب:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾ سورة التوبه: ١٠٣

ترجمہ: ان کے مال سے صدقہ وصول کر کے انہیں (گناہوں سے) پاک وصاف کرو اور ان کا تزکیہ کرو۔

٥- مال میں خیر وبرکت پیدا ہوتی ہے اور نقصانات سے محفوظ ہو جاتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صدقہ کرنے سے کبھی مال کم نہیں ہوتا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ﴾ سورة سبأ:

ترجمہ: اور جو چیز بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل عطا کرتے ہیں اور وہی بہترین رزق دینے والے ہیں۔

۶-صدقہ کرنے والا روز قیامت اپنے صدقہ کے زیر سایہ ہوگا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روز قیامت جب کسی چیز کا سایہ نہیں ہوگا اس دن سات قسم کے لوگوں کو اللہ کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا ان میں ایک وہ شخص ہے جس نے اس طرح چھپا کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا صدقہ کیا ہے(۱)۔

۷-صدقہ رحمت الٰہی کا سبب ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ﴾

ترجمہ: اور میری رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے جسے میں ایسے لوگوں کا مقدر بناؤں گا جو مجھ سے ڈرتے ہوں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں۔

....

(۱) بخاری ومسلم ۔

زکوۃ نہ دینے والوں کی سزا

(زکوۃ نہ دینا بہت بڑا جرم ہے اور مانعین زکوۃ کے لئے دردناک عذاب کی وعید آئی ہے) مترجم

۱- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ☆يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾

ترجمہ: ان لوگوں کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنادو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی، اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا، اور کہا جائے گا یہی وہ خزانہ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، لو اب اپنی جمع کی ہوئی دولت کا مزہ چکھو۔

۲- مسند احمد اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو دولت مند شخص اپنی دولت کی زکوۃ نہیں نکالتا تو قیامت کے روز اس کی اسی دولت کی تختیاں بنا کر جہنم کی آگ میں گرم کی جائیں گی، پھر ان سے اس کے پہلو، پیشانی، اور پیٹھ کو داغا جائے گا یہ ایسے دن میں ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بندوں

کا حساب کرلیں، اس کے بعد اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا۔

۳- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور اس نے اس سے زکوٰۃ ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں جس کی آنکھوں میں دو نقطے ہوں گے اس کے گلے کا طوق بن جائے گا پھر اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْراً لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ سورۃ آل عمران: آیت ۱۸۰

ترجمہ: جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے مال دیا ہے اور اس میں کنجوسی (اور بخل) سے کام لیتے ہیں تو اپنے لئے یہ بخل بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے، عنقریب روز قیامت ان کا یہ مال جس میں بخل کرتے ہیں ان کے گلے کا طوق بنایا جائے گا۔

۴- اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: جو بھی اونٹ، گائے یا بکریوں کا مالک اپنے ان جانوروں کی زکوٰۃ نہیں نکالتا وہ جب قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کے ہاں) آئے گا تو اس کے یہ جانور بہت بڑے اور موٹے ہو چکے ہوں گے اسے اپنے سینگوں سے ماریں گے اور اپنے (پاؤں) سے روندیں گے جب سب جانور اس کے اوپر سے گزر جائیں گے تو دوبارہ پھر پہلے والے

جانور آجائیں گے یہ اس دن ہوگا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں کا حساب مکمل ہو جائے گا۔

ضروری باتیں

۱- مستحقین زکوٰۃ کی آٹھ اقسام میں سے کسی ایک قسم کو ہی زکوٰۃ دے دینا کافی ہے اور باقی ماندہ اقسام میں تقسیم کرنا ضروری نہیں۔

۲- قرضدار کو اتنی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جس سے اس کا سبھی قرض یا اس کا بعض حصہ ادا ہو جائے۔

۳- زکوٰۃ کسی کافر یا مرتد کو دینا جائز نہیں جیسا کہ بے نماز ہے کیونکہ وہ قرآن وحدیث کی رو سے کافر ہے، لیکن اگر اسے اس شرط پر زکوٰۃ دی جائے کہ وہ نماز کی پابندی کرے گا تو اس حالت میں جائز ہے۔

۴- زکوٰۃ کسی مالدار کو دینا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اس میں کسی مالدار یا طاقتور یا باروزگار کا کوئی حق نہیں۔

۵- کوئی شخص ایسے لوگوں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا جن کے اخراجات پورے کرنا اس پر واجب ہوں جیسے والدین اور بیوی بچے۔

۶- اگر کسی عورت کا شوہر فقیر ہو تو وہ اسے زکوٰۃ دے سکتی ہے جیسے حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنے خاوند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ دی تو نبی اکرم ﷺ نے ان کو ایسا کرنے پر برقرار رکھا۔

۷- بغیر ضرورت ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف زکوٰۃ منتقل کرنا جائز نہیں لیکن اگر جس ملک سے زکوٰۃ دینے والے کا تعلق ہے وہاں کوئی محتاج نہ ہو یا دوسرے ملکوں میں قحط سالی یا مجاہدین کی مدد مقصود ہو تو اس قسم کے مصالح عامہ کے مدنظر منتقل کی جاسکتی ہے۔

۸- اگر کسی شخص کا مال نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے لیکن وہ خود کسی دوسرے ملک میں ہو تو اسے مذکورہ حالات کے سوا اسی ملک میں زکوٰۃ نکالنی چاہئے جس میں اس کا مال ہے۔

۹- فقیر کو اتنی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے جو اسے کئی مہینوں یا ایک سال تک کے لئے کافی ہو۔

۱۰- مال اگر سونا، چاندی، نقدی، زیورات یا کسی بھی دوسری شکل میں ہے اس میں ہر حالت میں زکوٰۃ فرض ہے کیونکہ اس کی فرضیت میں وارد ہونے والی دلیلیں عام اور بغیر تفصیل کے آئی ہیں اگرچہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ پہنے جانے والے زیورات پر زکوٰۃ فرض نہیں لیکن پہلے قول کی دلیلیں زیادہ صحیح ہیں اور احتیاط بھی اسی پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

۱۱- انسان نے جو کچھ اپنی ضروریات کے لئے تیار کیا ہو جیسے کہ اشیاء خورد و نوش، مکان، جانور، گاڑی اور کپڑے وغیرہ ہیں ایسی چیزوں میں زکوٰۃ نہیں ہوتی جیسے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان پر اس کے غلام یا گھوڑے میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

لیکن جیسے پہلے ذکر ہوا ہے کہ سونے اور چاندی کے زیورات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں

۱۲- کرائے پر دیئے جانے والے مکان اور گاڑیوں کے کرائے کی رقم پر اگر سال گزر چکا ہو تو اس سے بھی زکوٰۃ نکالنا ہوگی چاہے وہ رقم بذات خود ہی اتنی ہو کہ زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچ جائے یا دوسرا مال ساتھ ملانے سے پہنچے۔

(زکوٰۃ کے یہ مسائل شیخ عبداللہ بن القصیر کے رسالہ سے معمولی تصرف کے ساتھ اخذ کئے گئے ہیں)۔

''روزہ کے فوائد''

(روزہ ایک عظیم عبادت ہے جس کی فضیلت واہمیت درج ذیل فرمودات سے واضح ہوتی ہے) مترجم۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ البقرة:۱۸۳

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن سکو۔

۱- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ (آگ) سے ڈھال ہے۔

۲- آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص رمضان کے روزے ایمان رکھتے ہوئے اور اجر وثواب کی خاطر رکھتا ہے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۳- جو شخص رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے رکھتا ہو وہ ایسے ہے جیسے اس نے پورے سال کے روزے رکھے ہوں۔

۴ - جس شخص نے رمضان (کی راتوں) میں ایمان رکھتے ہوئے اور اجر وثواب کے حصول کے لئے قیام کیا (یعنی تراویح پڑھی) اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ۔ (بخاری ومسلم)

برادر مسلم ! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ روزہ بہت سے فوائد پر مشتمل عبادت ہے ۔

۱ - روزہ رکھنے سے نظام ہضم اور معدے کو مسلسل کام کرنے سے کچھ راحت ملتی ہے اور بے کار فضلے ضائع ہو جاتے ہیں جسم طاقتور ہوتا ہے اور بہت سی دوسری بیماریوں کا علاج ہوتا ہے اس کے علاوہ سگریٹ نوش حضرات کو سگریٹ نوشی سے باز رکھتا ہے اور سگریٹ نوشی چھوڑنے میں مدد دیتا ہے ۔

۲ - روزہ سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور اس سے نظم واطاعت اور صبر وخلوص کی عادت پیدا ہوتی ہے ۔

۳ - روزہ دار کو اپنے دوسرے روزے دار بھائیوں سے برابری کا احساس پیدا ہوتا ہے چنانچہ جب وہ ان کے ساتھ مل کر ہی روزہ رکھتا اور افطار کرتا ہے تو اسلامی وحدت کا شعور پیدا ہوتا ہے اور جب اسے بھوک محسوس ہوتی ہے تو اسے بھوکے اور محتاج بھائیوں کی مدد کرنے کا احساس ہوتا ہے ۔

ماہ رمضان میں آپ کے فرائض

برادر مسلم ! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر روزہ اپنی عبادت کے لئے فرض کیا ہے جسے مقبول ومفید بنانے کے لئے درج ذیل اعمال کو

اپنانا چاہئے۔

١- نمازوں کی پابندی کرنا چاہئے کیونکہ بہت سے روزہ دار نماز پڑھنے سے غفلت برتتے ہیں حالانکہ وہ دین کا ستون ہے جسے چھوڑنے والا کافر ہے۔

٢- اخلاق حسنہ اپنایئے اور روزہ رکھنے کے بعد کفر اور دین کو برا کہنے اور روزہ کی وجہ سے لوگوں سے بدسلوکی کرنے سے بچئے کیونکہ روزہ برا معاملہ سکھانے کے بجائے انسانی نفس کی اصلاح کرتا ہے اور کفر مسلمان کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

٣- ہنسی مذاق کرتے ہوئے بیہودہ باتیں نہ کریں کیونکہ اس سے روزہ ضائع ہو جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جب تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں ہو تو گالی گلوچ اور بیہودہ باتیں نہ کرے یہاں تک کہ اگر کوئی اس سے جھگڑا کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔(بخاری و مسلم)

٤- روزہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سگریٹ چھوڑنے کی کوشش کیجئے کیونکہ سگریٹ نوشی کینسر اور السر جیسی بیماریوں کا سبب بنتی ہے اور آپ کو چاہئے کہ اپنے آپ کو صاحب عزم و ہمت انسان بنائیں چنانچہ اپنی صحت اور مال کی حفاظت کرتے ہوئے افطاری کے بعد بھی ایسے ہی سگریٹ نوشی سے باز رہیے جیسے روزہ کی حالت میں تھے۔

٥- روزہ افطار کرتے ہوئے زیادہ کھانا مت کھائیں کیونکہ روزہ اس سے بے سود ہو جاتا ہے اور صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔

٦- سینما اور ٹیلی ویژن دیکھنا اخلاق بگاڑنے والی اور روزے کے منافی چیزیں

ہیں اس لئے ایسی چیزوں سے دور رہئے ۔

۷- رات کو دیر تک جاگ کر سحری اور نماز فجر کو ضائع نہ کریں اور صبح سویرے اپنے کام میں مصروف ہو جائیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ہے کہ یا اللہ میری امت کے لئے صبح کے اوقات میں برکت پیدا فرمادے۔ (احمد، ترمذی - صحیح)

۸- قرابت داروں اور محتاج لوگوں پر زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کریں اور متحارب (لڑنے والوں) کے درمیان صلح کرائیں۔

۹- کثرت سے اللہ کا ذکر، قرآن کریم کی تلاوت کرنے، قرآن سننے، اس کے معانی پر غور کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں اپنے اوقات صرف کریں کسی مسجد وغیرہ میں اگر مفید درس ہو تو ایسی علمی مجلس میں حاضری کی کوشش کریں جبکہ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجدوں کے اندر اعتکاف بیٹھنا سنت ہے۔

۱۰- آپ کو چاہئے کہ روزہ کے احکام جاننے کیلئے اس سے متعلقہ کتابوں کا مطالعہ کریں چنانچہ آپ کو معلوم ہوگا کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح آپ کے لئے جنبی حالت میں سحری کھانا اور روزہ کی نیت کرنا جائز ہے حالانکہ طہارت اور نماز کے لئے جنابت سے غسل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

۱۱- رمضان کے روزوں کی پابندی کریں اور بغیر عذر روزہ افطار نہ کریں، اور جو شخص جان بوجھ کر روزہ چھوڑ دیتا ہے اسے اس دن کی قضا دینا ہوگی اور جو شخص رمضان میں روزہ کی حالت (نماز فجر سے لے کر غروب آفتاب تک) میں بیوی سے صحبت کر لیتا ہے تو اسے اس کا کفارہ دینا ہوگا، جو یہ ہے کہ وہ ایک

غلام آزاد کرے گا اگر نہ مل سکے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اگر اتنی بھی
طاقت نہ ہوتو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

برادر مسلم! رمضان میں سرعام روزہ خوری ایسا جرم ہے جو اللہ کے خلاف جراءت مندی، اسلام کا مذاق اڑانے اور لوگوں میں برائی و بے حیائی پھیلانے کے مترادف ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ روزہ خوروں کے لئے عید نہیں ہے کیونکہ عید خوشی کا وہ عظیم جشن ہے جو روزے پورے ہونے اور عبادت قبول ہونے پر منایا جاتا ہے۔

روزہ سے متعلق احادیث

۱- رمضان کی فضیلت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جب رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری، مسلم)

۲- اور سنن ترمذی کی روایت میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کی ہر رات میں منادی آواز لگاتا ہے کہ اے بھلائی چاہنے والے نیکی اور بھلائی کے لئے لپک آ، اے برائی کا ارادہ کرنے والے، برائی سے باز آ جا اور اس کے آخر تک اللہ تعالیٰ اپنے (نیک) بندوں کو جہنم سے آزاد کرتے رہتے ہیں۔

۳- حدیث میں آتا ہے کہ کسی آدمی کے ہر نیک کام کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا

بڑھا دیا جاتا ہے۔لیکن روزے کے ثواب کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((الصَّوْمُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ))

ترجمہ: روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اسکا اجر دوں گا۔

کیونکہ روزہ دار اپنی خواہشات اور کھانا پینا میری خاطر چھوڑتا ہے۔روزہ دار کو دوخوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی روزہ افطار کرتے ہوئے دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کرتے ہوئے،اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔

۴- زبان کی حفاظت کے متعلق رسول اللہ کا ارشاد ہے: کہ جو شخص روزہ رکھنے کے باوجود جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل پیرا ہونے سے باز نہیں آتا تو ایسے شخص کے کھانا پینا چھوڑنے کی اللہ کو ضرورت نہیں۔

سحری وافطاری کے آداب اور افطاری کی دعا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

۱- جب کوئی افطاری کرنا چاہے تو اسے کھجور سے روزہ افطار کرنا چاہئے کیونکہ یہ با برکت چیز ہے،اور اگر کھجور نہ ملے تو پھر پاکیزہ پانی ہی کافی ہے۔

۲- رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے سحری کیا کرو کیونکہ سحری کھانا با برکت ہے۔(بخاری ومسلم)

۳- اور آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ اس وقت تک بہتری اور بھلائی میں ہیں جب تک وہ افطاری میں جلدی کرتے ہیں۔(یعنی سورج غروب ہوتے ہی روزہ

افطار کر لیتے ہیں) (بخاری و مسلم)

۴ - رسول اللہ ﷺ جب افطاری کرتے تو یہ دعا پڑھتے :

((اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ، ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ))

ترجمہ: اے اللہ میں نے تیرے لئے ہی روزہ رکھا اور اب تیرے ہی دیئے ہوئے رزق پر افطاری کر رہا ہوں، پیاس جاتی رہی، رگیں تر ہوگئیں اور روزے کا ثواب ثابت ہوگیا۔

نبی اکرم ﷺ کے روزے

۱ - رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر ماہ میں تین دن کے اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا پورے سال کے روزوں کے برابر ہیں اور یوم عرفات (۹ ذوالحجہ) کا روزہ رکھنے پر اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ پچھلے اور ایک اگلے سال کے گناہ معاف کر دے گا اور یوم عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھنے سے سابقہ ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۲ - پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو (یوم عاشورہ کے ساتھ) نو محرم کا روزہ بھی رکھوں گا۔

تنبیہ: حج کرنے والوں کے لئے نو ذوالحجہ کا روزہ رکھنا سنت نہیں۔

۳ - رسول اللہ ﷺ سے جب سوموار اور جمعرات کے روزوں کے متعلق پوچھا گیا

تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دو دن ہیں جن میں انسان کے اعمال اللہ کے ہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے سامنے میرے اعمال روزے کی حالت میں پیش ہوں۔

۴ - رسول اللہ ﷺ نے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا۔

۵ - حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے علاوہ کبھی بھی کسی پورے مہینہ کے روزے نہیں رکھے۔

۶ - نبی اکرم ﷺ شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے نہ رکھتے تھے۔
(یعنی آپ سب سے زیادہ نفلی روزے شعبان میں رکھا کرتے تھے)۔

حج اور عمرہ کی فضیلت

(حج اسلام کا رکن عظیم ہے جو بہت بڑی فضیلت واہمیت کا حامل ہے) مترجم

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ﴾

ترجمہ: اور جولوگ بیت اللہ پہنچنے کی طاقت رکھتے ہوں ان پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے اور جو شخص کفر (انکار) کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے غنی ہے۔

۲- رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ کرنا گناہ معاف ہونے کا سبب بنتا ہے اور حج مقبول کی جزاء جنت کے سوا کچھ نہیں۔

(مقبول حج وہ ہوتا ہے جو سنت کے مطابق ہو اور گناہوں و برائیوں سے پاک ہو)

۳- آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیہودہ باتوں اور گناہوں سے دور رہتے ہوئے حج کرتا ہے وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسے آج اسے اس کی ماں نے جنم دیا ہو۔

۴- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ سے حج کے اعمال سیکھو۔ (مسلم)

۵- برادر مسلم! آپ کو جب بھی اتنا مال مہیا ہو جائے کہ حج کے لئے جانے اور آنے کے اخراجات پورے ہوسکیں تو پھر جلدی حج کا فریضہ ادا کرنے کی کوشش کیجئے۔ اور آپ کو تحفے تحائف خریدنے کے لئے مال اکٹھا کرنے کی فکر نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ ایسی چیزوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و قیمت نہیں، اس

لئے بیماری، فقر وفاقہ یا نافرمانی کی حالت میں موت آجانے سے پہلے حج کی ادائیگی ہوجانی چاہئے کیونکہ حج اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

٦- حج یا عمرہ کے لئے خرچ کئے جانے والے مال کے لئے شرط ہے کہ وہ حلال ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت پاسکے۔

٧-عورت کے لئے حج یا کسی دوسرے مقصد کے لئے بغیر محرم سفر کرنا حرام ہے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کوئی عورت اس وقت تک سفر نہ کرے جب تک اس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو۔(بخاری ومسلم)

٨- حج کو جانے سے پہلے جس سے لڑائی ہو اس سے صلح کرلو قرض ادا کرلو اور گھر والوں کو وصیت کردو تاکہ وہ بناؤ سنگھار، گاڑیوں، مٹھائیوں اور کھانوں وغیرہ پر فضول خرچی نہ کریں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ سورۃ الانعام

ترجمہ: کھاؤ پیو، اور فضول خرچی نہ کرو۔

٩- حج مسلمانوں کا ایک عظیم اجتماع ہے، اس میں تعارف، محبت تعاون مشکلات کا حل اور اس جیسے بہت سے دین ودنیا کے فوائد حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔

١٠- اور سب سے اہم یہ بات ہے کہ آپ اپنی مشکلات کے حل کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رجوع کریں۔ اسی سے مدد لیں اور اپنی حاجتیں طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا﴾ سورۃ الجن

ترجمہ: (اے نبی) کہہ دو کہ میں تو صرف اللہ کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتا۔

۱۱- عمرہ کسی وقت بھی ادا کیا جا سکتا ہے، لیکن رمضان المبارک میں ادا کرنا افضل ہے جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں کئے جانے والے عمرے کا ثواب حج کے برابر ہے۔

۱۲- مسجد الحرام (بیت اللہ) میں نماز ادا کرنا دوسری جگہوں پر نماز پڑھنے کی نسبت لاکھ درجہ بہتر ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں نماز ادا کرنا باقی جگہوں کی نسبت ہزار درجہ بہتر ہے، سوائے مسجد الحرام کے۔

کیونکہ مسجد الحرام میں ادا کی جانے والی نماز میری اس مسجد (مسجد نبوی) کی نسبت سو درجہ بہتر ہے (احمد صحیح)

چنانچہ ۱۰۰۰×۱۰۰=۱۰۰،۰۰۰ ایک لاکھ نماز۔

۱۳- حج کی تین اقسام ہیں جن میں سے حج تمتع سب سے بہتر ہے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: اے آل محمد ﷺ تم میں سے جو کوئی حج کرے تو اسے چاہئے کہ پہلے عمرہ کی نیت سے احرام باندھے پھر حج کرے۔ (ابن حبان، صححہ البانی)

چنانچہ آپ کو بھی چاہئے کہ حج تمتع کریں۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ آپ حج کے مہینوں (شوال، ذوالقعدا ور ذوالحجہ) میں میقات سے احرام باندھتے ہوئے صرف عمرہ کی نیت کریں، بیت اللہ پہنچ کر طواف اور سعی کر کے بال کٹوائیں اور احرام کھول

دیں، پھر آٹھ ذوالحجہ کو حج کی نیت سے دوبارہ احرام پہنیں۔

’’عمرہ ادا کرنے کا طریقہ‘‘

عمرہ کے لئے درج ذیل اعمال مطلوب ہیں:

۱-احرام باندھنا (۲) طواف کرنا (۳) سعی کرنا (۴) بال منڈوانا (۵) احرام سے نکلنا (حلال ہونا)

۱- احرام باندھنا: جب میقات پر پہنچیں تو غسل کرکے احرام پہنیں اور عمرہ کی نیت کرتے ہوئے ((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ بِعُمْرَةٍ))

ترجمہ: یا اللہ میں عمرہ کے لئے حاضر ہوا ہوں اور پھر بلند آواز تلبیہ کہتے رہیے جس کے الفاظ یہ ہیں:

((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَاشَرِيْكَ لَكَ))

۲-طواف کرنا: مکہ پہنچتے ہی بیت اللہ (مسجد حرام) میں جایئے اور بیت اللہ کے سات چکر لگا کر اس کا طواف کریں۔ ہر چکر حجر اسود سے (اللہ اکبر) کہتے ہوئے شروع کریں، اگر میسر ہو تو اسے بوسہ دے لیں ورنہ اس کی طرف دائیں ہاتھ سے اشارہ کردینا کافی ہے۔ رکن یمانی سے گزرتے ہوئے اگر میسر ہو تو ہاتھ لگا دیں ورنہ اسے چومنے یا اشارہ کرنے کی ضرورت نہیں، رکن یمانی سے حجر اسود کی طرف آتے ہوئے یہ دعا پڑھئے:

﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔

طواف مکمل کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھیے جن میں پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھئے۔

۳-سعی کرنا: طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد صفا پہاڑی پر چڑھیے پھر قبلہ رو ہو کر اپنے ہاتھ اٹھائے یہ دعا پڑھیے:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ (اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ)

ترجمہ: بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔ میں بھی اسی چیز سے ابتدا کر رہا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا کی۔

۴- پھر بغیر اشارہ وغیرہ کئے تین مرتبہ (اللہ اکبر) کہہ کر ہاتھ اٹھائے ہوئے تین بار یہ دعا پڑھئے:

((لَاإِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، اَنْجَزَ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ))

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اسی کے لئے ہے، اور اسی کے لئے حمد وتعریف زیبا ہے وہ ہر بات پر قادر ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور مدد کی اپنے بندے کی،

اور تمام جماعتوں کو اس اکیلے نے شکست دی۔ (ابوداؤد)

اور پھر حسب منشا دعا کریں جب بھی صفا اور مروہ پر آئیں تو باقی دعاؤں کے ساتھ یہ دعا بھی دہرائیں، صفا مروہ کے درمیان چلتے ہوئے دو سبز نشانوں کے درمیان دوڑیں سعی کے لئے سات چکر لگانا ہوں گے، صفا سے مروہ تک جانا ایک چکر اور مروہ سے صفا تک آنا دوسرا چکر ہوگا۔

۴- اس کے بعد اپنے پورے سر کے بال منڈ والیں، یا کٹوالیں جبکہ عورت کے لئے سر سے تھوڑے سے بال کاٹ لینا کافی ہیں۔

۵- اس کے ساتھ ہی آپ عمرے کے اعمال سے فارغ ہو جائیں گے اب آپ احرام کھول سکتے ہیں۔

حج کے اعمال اور ان کا طریقۂ کار

حج کے لئے درج ذیل کام کرنا مطلوب ہے:

۱- احرام باندھنا　۲- منیٰ میں راتیں گزارنا　۳- عرفات میں ٹھہرنا

۴- مزدلفہ میں رات گزارنا　۵- کنکریاں مارنا　۶- قربانی کرنا

۷- بال منڈوانا　۸- طواف کرنا　۹- سعی کرنا۔

ان اعمال کی تفصیل یہ ہے:

۱- آٹھ ذوالحجہ کو مکہ میں اپنی قیام گاہ سے ہی احرام باندھ کر ((لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ بِحَجَّةٍ))

اے اللہ میں حج کے لئے حاضر ہوں ، کہہ کر منیٰ چلے جائیں وہاں ظہر ،عصر ، مغرب اور عشاء کی نمازیں قصر (یعنی چار کے بجائے دو رکعت) کر کے ان کے اوقات میں ادا کریں ، یہ رات وہیں گزاریں اور فجر کی نماز ادا کریں ۔

۲-نو ذوالحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد عرفات چلے جائیں وہاں ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں سے قصر اور جمع تقدیم کرتے ہوئے سنتیں پڑھے بغیر ادا کریں ۔ اور اس بات کا خیال رکھیں کہ آپ حدود عرفات کے اندر ہی ٹھہریں کیونکہ عرفات میں ٹھہرنا حج کا بنیادی رکن ہے جبکہ مسجد نمرہ کا اکثر حصہ میدان عرفات سے باہر ہے ۔ آپ کو چاہئے کہ اس دن بغیر روزے کے ہوں تا کہ زیادہ سے زیادہ تلبیہ کہہ سکیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر سکیں ۔

۳-غروب آفتاب کے بعد سکون واطمینان سے مزدلفہ چلے آئیں جہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں قصر اور جمع تاخیر سے پڑھیں وہاں رات گزاریں اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مشعر الحرام یا اپنی جائے قیام میں بیٹھے اللہ تعالیٰ کا ذکر واذکار کرتے رہیں جبکہ ضعیف العمر اور کمزور لوگوں کو آدھی رات کے بعد مزدلفہ سے منیٰ چلے جانے کی اجازت ہے ۔

۴-عید کے دن (دس ذوالحجہ) کا سورج طلوع ہونے سے قبل ہی منیٰ کی طرف چل دیں اور وہاں پہنچ کر درج ذیل کام کریں :

ا-طلوع آفتاب کے بعد سے رات تک کسی وقت میں بھی جمرہ عقبہ (بڑے جمرے) کو (اللہ اکبر) کہتے ہوئے مسلسل سات کنکریاں ماریں ۔

ب-عید کے ایام (جو کہ تیرہ ذوالحجہ کی شام تک باقی رہتے ہیں) میں کسی وقت منیٰ یا مکہ میں قربانی کریں۔ اس کا گوشت خود کھایئے اور فقیروں میں تقسیم کیجئے۔ لیکن اگر قربانی کے لئے پیسے نہ ہوں تو اس کے بدلے میں دس دن روزے رکھیں۔ ان میں سے تین ایام حج میں اور سات اپنے گھر واپس لوٹ کر رکھیں، اگر کوئی عورت بھی حج تمتع کر رہی ہے تو اس کے لئے قربانی کرنا یا اس کے بدلہ میں روزے رکھنا فرض ہیں۔

ج-اپنے پورے سر کے بال منڈ والیں یا کترو الیں لیکن منڈ وانا افضل ہے اور اپنے عام کپڑے پہن لیں اس کے بعد آپ کے لئے ممنوعات احرام میں بیوی سے صحبت کے سوا ہر چیز حلال ہو جائے گی۔

د- مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ کے سات چکر لگاتے ہوئے طواف زیارت (افاضہ) کریں اور صفا مروہ کے سات چکر لگاتے ہوئے سعی کریں طواف زیارت کی آپ کو عید کے آخری دنوں تک مؤخر کرنے کی اجازت ہے، طواف اور سعی کرنے کے بعد اب آپ کے لئے بیوی سے مباشرت بھی جائز ہوگی جو اس سے قبل منع تھی۔

۵- مکہ سے واپس آ کر منیٰ میں گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی راتیں گزاریں ان دو دنوں میں ظہر کے بعد سے لے کر رات تک کسی بھی وقت میں تینوں چھوٹے، درمیانے اور بڑے جمرات کو بالترتیب (اللہ اکبر) کہتے ہوئے سات سات کنکریاں ماریں، اس بات کا خیال رکھیں کہ کنکریاں جمرہ کے اردگرد

حوض کے اندر گریں اگر کوئی کنکری اس میں نہ گرے تو اس کے بدلے دوسری کنکری مارنی ہوگی چھوٹے اور درمیانے جمرے کو کنکریاں مارنے کے بعد ہاتھ اٹھائے ہوئے قبلہ رو ہوکر دعا کرنا سنت ہے، مردوں اور عورتوں میں سے جو لوگ کمزور، بیمار یا ضعیف العمر ہوں انہیں کنکریاں مارنے کے لئے اپنی طرف سے کسی دوسرے کو نائب بنا دینے کی اجازت ہے اسی طرح بوقت ضرورت دوسرے یا تیسرے دن تک کنکریاں مارنے میں تاخیر کرنا جائز ہے۔

۹-طواف وداع کرنا واجب ہے جو سفر سے پہلے ہونا چاہئے۔

حج اور عمرہ کرنے والوں کے لئے ضروری ہدایات

۱- حج خالصۃً اللہ کی رضا کے لئے کریں اور یہ دعا کریں:

یا اللہ! میرا یہ حج ایسا ہو جس میں کسی قسم کی ریا کاری اور دکھاوا مقصود نہ ہو۔

۲- نیک اور صالح لوگوں کی رفاقت اختیار کریں، ان کی خدمت کریں اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کریں۔

۳-سگریٹ نوشی سے پرہیز کریں کیونکہ یہ ایسا گھناونا اور حرام کام ہے جس سے بدن اور مال کا نقصان، ساتھیوں کو تکلیف اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے۔

۴-نماز کے وقت مسواک استعمال کیجئے، گھر والوں کے لئے مسواک کھجور اور زمزم کا تحفہ لے جائے کیونکہ ان چیزوں کی صحیح احادیث میں فضیلت آئی ہے۔

۵- غیر محرم عورتوں سے میل جول اور ان کی طرف نظر اٹھانے سے پرہیز کریں، اسی طرح اپنی عورتوں کو غیر محرم مردوں سے پردہ میں رکھیں۔

۶- مسجد میں آئیں تو صفیں پھلانگنے کی بجائے اپنے نزدیک کسی جگہ پر بیٹھ جائیں۔

۷- کسی نمازی کے آگے سے مت گزریں اگر چہ آپ حرمین ہی میں کیوں نہ ہوں، کیونکہ یہ شیطانی کام ہے۔

(اس کی دلیل کے لئے کتاب کے ابتدا میں اس کے عنوان کے تحت دیکھئے)۔

۸- نماز اطمینان اور سکون سے سُترہ (کسی دیوار یا آدمی وغیرہ) کے پیچھے پڑھیے جبکہ مقتدی کے لئے اس کے امام کا سترہ کافی ہے۔

۹- طواف اور سعی کرتے، کنکریاں مارتے اور حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے اپنے ارد گرد لوگوں سے نرمی سے پیش آئیں۔

۱۰- اللہ کو چھوڑ کر مُردوں اور قبر والوں کو مت پکاریئے کیونکہ یہ ایسا شرک ہے جس سے حج اور دوسرے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾

ترجمہ: اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے اور بے شک تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

زیارت مسجد نبوی

مسجد نبوی کی زیارت کرنے اور اس میں نماز پڑھنے کی بہت فضیلت ہے، چنانچہ زیارت کے دوران درج ذیل آداب کوملحوظ خاطر رکھیں۔

۱- مسجد نبوی کی زیارت کرنا سنت ہے جس کا حج کے اعمال سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اس کے لئے کوئی خاص وقت ہے۔

۲- جب مسجد نبوی میں داخل ہوں تو دایاں پاؤں آگے بڑھاتے ہوئے یہ دعا پڑھیے:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

ترجمہ: (داخل ہوتا ہوں) اللہ کے نام سے، اور سلام ہو رسول اللہ پر، یا اللہ میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے۔

۳- دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھیے اور پھر یہ دعا پڑھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ پر سلام پڑھیے:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَابَكْرٍ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عُمَرُ))

ترجمہ: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر سلامتی ہو، اے ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ پر سلامتی ہو، اے عمر رضی اللہ عنہ آپ پر سلامتی ہو۔

پھر اگر کبھی دعا کرنا ہو تو قبلہ رو ہو کر دعا کریں اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان آپ کے مدنظر ہونا چاہئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جب مانگو تو اللہ سے مانگو اور جب مدد طلب کرو تو صرف اللہ سے ہی مدد حاصل

کرو۔ (ترمذی، حسن صحیح)

۴- دیواروں اور جالیوں وغیرہ کو چومنا جائز نہیں کیونکہ یہ بدعت ہے۔

۵- اسی طرح مسجد سے باہر نکلتے ہوئے الٹے پاؤں چلنا بے بنیاد اور بدعت ہے۔

۶- رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے درود پڑھو کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے (مسلم)

۷- جنت البقیع اور شہداء احد کی زیارت کرنا بھی سنت ہے جبکہ مساجد سبعہ، بئر عثمان اور مسجد قبلتین وغیرہ کی زیارت کرنا بے بنیاد اور خلاف سنت ہے۔

۸- مدینہ جاتے ہوئے مسجد نبوی کی زیارت اور پھر وہاں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ پر سلام پڑھنے کی نیت سے سفر کرنا چاہئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین مسجدوں کے علاوہ کسی جگہ کے لئے (عبادت کے قصد سے) رخت سفر باندھنا جائز نہیں۔ اور وہ (تین) مسجدیں) مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ اور مسجد حرام ہیں (بخاری ومسلم)

(اور یہ بھی کہ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب باقی جگہوں کی نسبت ہزار گنا زیادہ ہے سوائے مسجد حرام کے کیونکہ وہاں ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے)

ائمہ مجتہدین کا حدیث پر عمل

اللہ تعالیٰ چاروں اماموں کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے پاس پہنچنے والی احادیث کے مطابق اجتہاد سے کام لیا اور اگر ہمیں ان کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف نظر آتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض کے پاس وہ حدیثیں پہنچ گئیں جو دوسرے تک نہ پہنچ سکی تھیں کیونکہ علماء حدیث اس دور میں حجاز، شام، عراق اور مصر وغیرہ کے دور دراز علاقوں میں بکھرے ہوئے تھے۔ اور تمام حدیثیں ایک ہی جگہ سے مل جانا ناممکن بات تھی، اس کے ساتھ ساتھ اگر اس دور کے کٹھن قسم کے ذرائع مواصلات مدنظر ہوں تو واقعی طور پر حصول حدیث کے لئے درپیش مشکلات کا اندازہ ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ عراق سے مصر جاتے ہیں تو بعض احادیث ملنے پر اپنا پہلا مسلک چھوڑ دیتے ہیں اور ان احادیث کی رو سے نیا مسلک اپناتے ہیں۔

اور جب ہم ان علماء کے درمیان کسی مسئلہ میں اختلاف پاتے ہیں جیسے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تو صرف عورت کو چھو لینے سے ہی وضو ٹوٹ جانے کے قائل ہیں اور امام ابوحنیفہ کا قول اس کے برعکس ہے تو اس حالت میں چاہئے کہ کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَأْوِيْلًا﴾

ترجمہ: پس اگر تمہارا کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اگر تم واقعی اللہ اور آخرت پر ایمان

رکھتے ہوتو پھراس کا فیصلہ اللہ اور رسول ﷺ سے لو یہ بہتر اور اچھی تاویل ہے۔

کیونکہ حق متعدد نہیں ہوسکتا اور دو متضاد باتیں صحیح نہیں ہوسکتیں چنانچہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ صرف عورت کو چھو لینے سے وضوٹوٹ بھی جائے اور نہ بھی ٹوٹے۔

اور ہمیں تو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے اس قرآن کی اتباع کا حکم ہے ملا ہے جس کی تشریح رسول ﷺ نے صحیح احادیث میں کردی ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَاتَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ قَلِيْلاً مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ سورة الاعراف

ترجمہ: جو کچھ اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر نازل ہوا صرف اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسروں کے پیچھے مت چلو اگرچہ تم بہت کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔

چنانچہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ جب اسے کوئی صحیح حدیث پہنچے تو وہ اسے صرف اس لئے رد کردے کہ وہ اس کے مذہب کے مخالف ہے جبکہ سبھی ائمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کیا جائے اور اس حدیث کے مقابلے میں ہر قسم کے مخالف قول کو ترک کردیا جائے۔

ائمہ کرام کے حدیث پر عمل پیرا ہونے سے متعلق فرمودات

ائمہ کرام کے چند وہ فرمودات پیش خدمت ہیں جو ان سے اعتراضات دور کرتے

اوران کے پیروکاروں کے لئے حق بات واضح کردیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں

۱- کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ ہمارے کسی قول پر عمل (تقلید) کرے جب تک اسے معلوم نہ ہوجائے کہ ہم نے یہ قول کہاں سے اخذ کیا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کو دیکھے بغیر امام صاحب کے قول پر عمل کرنے والا امام کا پیروکار نہیں بلکہ خواہشات نفس کا پیروکار رہے) مترجم

۲- اور فرماتے ہیں: کسی بھی شخص کے لئے حرام ہے کہ وہ ہمارے قول کی دلیل جانے بغیر اس کے فتوے دیتا پھرے کیونکہ ہم تو عام لوگوں کی طرح بشر ہیں آج اگر کوئی بات کہتے ہیں تو کل اس سے رجوع کرلیتے ہیں۔

۳- پھر فرماتے ہیں: اگر میں کوئی ایسی بات کہہ دوں جو کتاب وسنت کے مخالف ہو تو میری بات چھوڑ کر کتاب وسنت پر عمل کرنا۔ (امام صاحب کے ان اقوال اوران جیسے دوسرے اقوال سے معلوم ہوا کہ بعض حضرات نے جو امام صاحب کو معصومیت کا درجہ دے کر انہیں رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا ہے وہ ایسی چیزوں سے بری الذمہ ہیں) مترجم۔

۴- ابن عابدین حنفی اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حدیث حنفی مذہب کے مخالف ہو تو اس حالت میں مذہب کو چھوڑ کر اس حدیث پر عمل کیا جائے اور یہی امام کا مذہب ہوگا۔ اور ایسا کرنے سے کوئی حنفی اپنے مذہب سے باہر

نہیں نکل جاتا، کیوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کوئی حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو میرا مذہب اس حدیث کے مطابق ہوگا۔

امام مدینہ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں

۱- میں تو ایک انسان ہوں، جس سے کبھی غلطی بھی ہوجاتی ہے اور کبھی صحیح بات بھی کہہ دیتا ہوں، چنانچہ تم میری رائے دیکھو اگر وہ کتاب وسنت کے مطابق ہو تو اسے اپنالو لیکن اگر کتاب وسنت کے مخالف ہو تو اسے چھوڑ دو۔

۲- اور فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی بات کے علاوہ ہر کسی کی بات اگر صحیح ہو تو قبول کی جاسکتی ہے اگر غلط ہو تو رد کی جاسکتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ (جن کا تعلق اہل بیت سے ہے) فرماتے ہیں

۱- ہر شخص سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث پوشیدہ رہ سکتی ہیں جیسے اسے بہت سی احادیث مل بھی جاتی ہیں اس لئے میں کتنی ہی اچھی بات کیوں نہ کہہ دوں یا کتنا ہی اچھا قاعدہ کیوں نہ بنادوں لیکن اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے قول کے مخالف ہے تو اس حالت میں صرف رسول اللہ ﷺ کی بات ہی معتبر ہوگی اور میں اسے ہی اپناؤں گا۔

۲- اور فرماتے ہیں: مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اگر کسی شخص کو سنت رسول ﷺ معلوم ہوجائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے کسی کے قول کی خاطر چھوڑ دے۔

۳- پھر فرماتے ہیں: اگر تمہیں میری کتاب سے رسول اللہ ﷺ کے قول کے خلاف

کوئی بات ملتی ہے تو رسول اللہ ﷺ کے قول کو اپناؤ اور اس وقت میرا بھی یہی قول ہوگا جس پر سنت کی دلالت ہو۔

۴- اور فرماتے ہیں: اگر کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو میرا مذہب اس حدیث کے مطابق ہوگا۔

۵- اور امام احمد کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم لوگ حدیث اور اس کے رجال میں مجھ سے زیادہ علم رکھنے والے ہو۔ اگر تمہیں کوئی صحیح حدیث مل جائے تو مجھے بھی مطلع کر دیا کرو تا کہ میں بھی اسے اپنا لوں۔

٦- مزید فرماتے ہیں: ہر وہ مسئلہ جس میں رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث وارد ہو اور میں اس کے خلاف کہہ چکا ہوں تو جان لو کہ میں اپنی زندگی یا موت ہر حالت میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔

امام اہل السنہ: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں

۱- میری تقلید مت کرنا اور نہ ہی مالک، شافعی، اوزاعی اور ثوری وغیرہ کی تقلید کرنا بلکہ جہاں سے انہوں نے مسائل اخذ کئے ہیں وہیں (کتاب وسنت) سے تم بھی اخذ کرو۔

۲- پھر فرماتے ہیں: کہ حدیث رسول ﷺ کو رد کرنے والا شخص تباہی کے کنارے پر ہے۔

اچھی یا بری تقدیر پر ایمان

ارکان ایمان کا چھٹا رکن یہ ہے کہ ایک مسلمان اس کے ساتھ پیش آنے والی ہر اچھی یا بری تقدیر پر ایمان رکھے، اس کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی رحمہ اللہ اپنی کتاب (اربعین نوویہ) میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے زمانہ قدیم میں ہر چیز کی تقدیر لکھی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو علم ہے کہ یہ چیز اپنے مقرر وقت میں کسی معینہ جگہ پر وقوع پذیر ہوکر رہے گی چنانچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر کے مطابق وقوع پذیر ہوئی۔

۱- **ایمان بالقدر کے مراحل**: انسان کی ایجاد اور پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ لوگوں میں سے کون ہیں جو نیک یا بد، مطیع یا نافرمان اور جنتی یا جہنمی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کے اچھے یا برے اعمال کی جزا اور سزا تیار کر لی تھی، اور یہ سبھی چیزیں اللہ تعالیٰ نے شمار کر کے لکھی ہوئی ہیں چنانچہ بندوں کے اعمال اللہ کی اس معلوم شدہ اور لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق واقع ہو رہے ہیں۔

(یہ کلام ابن رجب کی کتاب جامع العلوم والحکم کے صفحہ ۲۴ سے نقل شدہ ہے)

۲- **تقدیر لوح محفوظ میں**: علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن سلمان سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن یا اس سے پہلے اور بعد کی ہر مقدر کردہ چیز کو لوح محفوظ میں درج کیا ہوا ہے۔

(دیکھئے مجلد ۴/ ۴۹۷)

۳- **تیسرے مرحلے میں ماں کے رحم میں تقدیر کا لکھا جانا ہے جیسے کہ حدیث میں آتا**

ہے کہ پھر (حمل ٹھہرنے کے اسی (۸۰) دن بعد) اللہ تعالیٰ بچے کی طرف فرشتہ بھیجتے ہیں جو اس میں روح ڈالتا ہے اور اسے چار چیزیں لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے چنانچہ اس کی زندگی رزق اور بدبخت یا نیک بخت ہونا لکھا جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

۴- **تقدیر کا آخری مرحلہ مقررہ اوقات میں تقدیر کا وقوع پذیر ہونا ہے** کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے کوئی اچھی یا بری تقدیر بنائی تو ساتھ ہی انسان پر اس تقدیر کے واقع ہونے کے اوقات بھی متعین کر دیئے۔ (یہ عبارت امام نووی کی کتاب شرح الاربعین سے نقل شدہ ہے)

تقدیر پر ایمان رکھنے کے فوائد

۱- اللہ کی تقدیر پر رضا مندی اور فوت شدہ چیز کا نعم البدل ملنے اور اس پر یقین رکھنے کی آبیاری: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾

ترجمہ: ہر آنے والی مصیبت اللہ کے حکم سے ہی پہنچتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ کے حکم سے مراد اس کی قضا وقدر ہے، مزید ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ﴾

ترجمہ: اور جو اللہ پر یقین رکھتا ہے اللہ اسے راہ راست نصیب فرماتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایسے شخص کے متعلق ہے جسے اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس کو یقین ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی قضا وقدر سے ہے، چنانچہ وہ حصول ثواب کی امید سے صبر کرتا ہے اور قضا الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دلی اطمینان عطا کرتے ہیں اور کھوئی جانے والی چیز کے بدلے میں اسے دنیا میں ہی اطمینان قلب اور یقین صادق نصیب کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ اسے کھوئی جانے والی چیز کا عوض یا نعم البدل عطا فرما دیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس کے دل میں یقین پیدا کر دیتے ہیں کہ مصیبت اسے پہنچی ہے وہ کبھی ٹلنے والی نہ تھی اور جو چیز اس سے کھوئی گئی ہے وہ کبھی اسے ملنے والی نہ تھے۔

۲- گناہوں کا معاف ہونا: جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک مومن کو جب بھی کوئی دکھ، پریشانی، تھکان، بیماری حتیٰ کہ کوئی فکر لاحق ہوتی ہے تو یہ سبھی چیزیں اس کے گناہوں کی معافی کا سبب بنتی ہیں۔ (بخاری ومسلم)

۳- اجر عظیم کی بازیابی: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اُوْلٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ، وَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ﴾

ترجمہ: اور ان صبر کرنے والوں کو یہ خوش خبری دو جنہیں جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو ((اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)) (بے شک ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور

اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں) کہتے ہیں انہیں لوگوں کے لئے اللہ کی رحمت اوراس کی دعائیں ہیں اور یہی ہدایت یافتہ لوگ ہیں :

۴ - دل کی تونگری: رسول اللہﷺ کا فرمان ہے کہ اگر تم اللہ کے دیئے ہوئے پر راضی ہو جاؤ تو دنیا کے امیر ترین انسان بن جاؤ گے ۔(احمد،ترمذی)

مزید آپﷺ کا فرمان ہے تونگری مال و دولت کی کثرت سے نہیں ملتی بلکہ اصل تونگری تو دل کی تونگری ہے(بخاری ومسلم)

اوراس بات کا بھی مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ بہت سے کروڑ پتی لوگ اپنے اتنے مال و دولت پر خوش نہیں ہوتے کیونکہ ان کے دل بھوکے ہوتے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں وہ لوگ جو تھوڑا مال ہونے کے باوجود اللہ کے دیئے ہوئے پر خوش ہوتے ہیں وہ دلی طور پر مالدار ہوتے ہیں ۔

۵ - بے جا خوشی یا غم میں مبتلا ہونے سے بچاؤ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِيْ الْاَرْضِ وَلاَ فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنِ قَبْلِ اَنْ نَبْرَأَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ لِكَيْلاَ تَاْسُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلاَ تَفرَحُوْا بِمَا آتَاكُمْ وَاللّٰهُ لاَيُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾

ترجمہ: کوئی بھی آفت زمین میں یا تمہارے اوپر نہیں آتی جو اس کے پیدا ہونے سے قبل ہی کتاب میں نہ لکھی گئی ہو بے شک یہ اللہ کے اوپر آسان ہے (اور یہ اسی لئے کہ) تا کہ تم کھوئے جانے والے پر غم نہ کھاؤ اور مل جانے والے پر شیخی نہ کرو اور اللہ ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا ۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی وجہ سے لوگوں پر فخر نہ کرو کیونکہ ان نعمتوں کا ملنا تمہاری اپنی کوششوں سے نہیں بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا تمہارے لئے مقدر کیا ہوا رزق ہے، چنانچہ اسے غرور اور شر پسندی کا وسیلہ نہیں بنا لینا چاہئے۔(۳۱۴/۴)

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں: ہر انسان کو خوشی اور غمی لاحق ہوتی ہے چنانچہ خوشی کو اللہ کا شکر کرنے اور غمی کو صبر کرنے کا وسیلہ بنانا چاہئے

۶- **دل میں بہادری اور جوانمردی کی آبیاری:** تقدیر پر ایمان رکھنے والے شخص میں بہادری اور جوانمردی پیدا ہوتی ہے اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ موت اپنے مقررہ وقت سے پہلے نہیں آئے گی اور جو چیز اس سے کھوگئی ہے وہ اسے ملنے والی نہ تھی اور جو مصیبت اس پر آئی ہے وہ ٹلنے والی نہ تھی اور یہ کہ ہمیشہ مشکلات کے ساتھ ہی آسانیاں ہوتی ہیں۔

۷- **لوگوں کی ضرر رسانی سے بے خوفی:** رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جان لو کہ اگر پوری امت تمہیں کوئی فائدہ پہنچانے کے لئے اکٹھی ہو جائے تو وہ اللہ کے مقدر کئے ہوئے کے سوا تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گی اور اگر وہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کے لئے اکٹھے ہو جائیں پھر بھی اللہ کے مقدر کئے ہوئے کے سوا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، کیونکہ تقدیر لکھنے والے قلم اٹھ چکے اور صحیفے خشک ہو گئے۔(ترمذی حسن صحیح)

۸- **موت کا ڈر ختم ہو جانا:** حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا جاتا ہے کہ انہوں

نے فرمایا: میں موت کے کون سے دن سے فرار ہونے کی کوشش کروں؟ کیا موت کے مقدر دن سے یا جو ابھی مقدر نہیں ہوا؟ چنانچہ جو مقدر نہیں ہوا اس کا تو مجھے کوئی ڈر نہیں اور جو مقدر ہو چکا ہے اس سے ڈرنا بے سود ہے۔

۹-کھو جانے والی چیز پر پشیمان نہ ہونا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طاقتور ایمان دار کمزور ایمان والے کی نسبت اللہ کے ہاں زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔ اور دونوں میں بھلائی ہے۔ اللہ سے مدد لیتے ہوئے ایسی چیز کے لئے سرگرداں رہو جو تمہارے لئے مفید ہو اور عاجزی مت دکھاؤ پھر اگر تمہیں کوئی نقصان ہو جائے تو یہ نہ کہو کہ اگر میں ایسے کرتا تو ایسے ہو جاتا کیونکہ یہ شیطانی عمل ہے، بلکہ تمہیں کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مقدر کیا اور اسے کر ڈالا۔

۱۰-بہتری اسی میں ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے انتخاب کیا ہو:

مثال کے طور پر اگر کسی مسلمان کا ہاتھ زخمی ہو جاتا ہے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ یہ ہاتھ ٹوٹ نہیں گیا۔ اور اگر ہڈی ٹوٹ جاتی ہے تو اسے شکر کرنا چاہئے کہ ہاتھ کٹ کر علیحدہ نہیں ہو گیا یا یہ کہ کمر وغیرہ ٹوٹنے جیسا کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا۔

ایک دفعہ کوئی تاجر تجارتی سفر کے لئے جہاز کے انتظار میں تھا کہ اذان ہو گئی چنانچہ وہ مسجد میں نماز کے لئے چلا گیا اور جب نماز سے فارغ ہو کر آیا تو دیکھا کہ جہاز پرواز کر چکا ہے، چنانچہ وہ جہاز نکل جانے پر افسردہ بیٹھ گیا، لیکن تھوڑی دیر بعد اسے خبر ملی کہ وہ جہاز پرواز کے دوران جل گیا چنانچہ وہ شخص اپنے زندہ سلامت رہنے پر اللہ شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو گیا اور اسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آیا:

﴿عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئاً وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئاً وَھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لاَ تَعْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ: اور شائد کہ تمہیں کوئی چیز ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور ممکن ہے کوئی چیز تمہاری دل پسند ہو لیکن وہ تمہارے لئے نقصان دہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے ہو۔

تقدیر حجت نہیں بن سکتی

ایک مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ ہر برا بھلا اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا ہے جو اس کے علم اور ارادہ سے وقوع پذیر ہوتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھا یا برا کام کرنے کا اختیار دیا ہے، چنانچہ واجبات کو پورا کرنا اور محرمات سے اجتناب کرنا اس کا فرض ہے اس لحاظ سے کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ گناہ کر کے یہ کہے کہ اللہ نے ایسے مقدر کیا ہوا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا رسول بھیجنے اور کتابیں نازل فرمانے کا یہی مقصد ہے کہ لوگوں کے لئے نیکی، بدی اور سعادت مندی یا بدبختی کا راستہ واضح ہو جائے۔

اس کے علاوہ انسان کو عقل وفکر سے نواز کر ہدایت وگمراہی کا راستہ دکھا دیا ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّا ھَدَیْنَاہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِراً وَّ اِمَّا کَفُوْراً﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے انسان کو (ہدایت وگمراہی کا) راستہ دکھایا پھر یا تو وہ شکر

گزارہوتا ہے اور یا پھر کفر کرنے والا ہوتا ہے۔

چنانچہ بے نماز یا شراب خور شخص اللہ کے حکم کی مخالفت کرنے کی وجہ سے سزا کا مستحق ہے اوراس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اس گناہ پر ندامت محسوس کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔اور تقدیر کو حجت بنا کر وہ اپنے اس گناہ سے چھٹکارہ حاصل نہیں کرسکتا۔اگر کہیں تقدیر کو حجت بنانا ممکن ہے تو وہ مصیبت کے وقت ہے جس کے متعلق اس کا یقین ہونا چاہئے کہ یہ آنے والی مصیبت اللہ کی طرف سے ہے اوراس پر اظہار رضامندی کرے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِيْ الْاَرْضِ وَلاَ فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنِ قَبْلِ اَنْ نَبْرَأَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْر﴾

ترجمہ: کوئی بھی آفت زمین پر یا تمہارے اوپر نہیں آتی۔ جو اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی کتاب میں لکھی نہ گئی ہو قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں، بے شک یہ اللہ کے اوپر بہت آسان ہے۔

ایمان اور اسلام سے خارج کر دینے والے امور

جس طرح بعض ایسی چیزیں ہوتی ہیں، جن سے وضوٹوٹ جاتا ہےاور دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح بعض ایسے امور ہیں جن کا ارتکاب کرنے سے آدمی اسلام وایمان سے خارج ہوجاتا ہےانہیں نواقض ایمان کہتے ہیں۔

ان نواقض ایمان کی چار قسمیں ہیں:

۱- پہلی قسم: رب کے وجود کا انکار یا اس میں زبان درازی کرنا۔

۲- دوسری قسم: عبادت کے لائق الہ کا انکار کرنا یا اس کے ساتھ شرک کرنا۔

۳- تیسری قسم: قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے ثابت ہونے والے اسماء وصفات کا انکار کرنا یا ان میں بدزبانی کرنا۔

۴- چوتھی قسم: محمد ﷺ کی رسالت ونبوت کا انکار کرنا یا اس میں طعن کرنا۔

ان اقسام کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں:

۱- پہلی قسم ایسے لوگوں کی ہے جو رب کا کلی طور پر انکار کرتے ہیں جیسے ملحد، کیمونسٹوں نے خالق حقیقی کے وجود کا انکار کردیا ہے، اور کہتے ہیں کوئی معبود وغیرہ نہیں اور زندگی مادہ پرستی کا نام ہے، کائنات کی پیدائش اور اس کی حرکات کو فطرت اور اتفاقات سے تعبیر کرتے ہیں، اور فطرت واتفاق کے خالق کو بھول جاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَكِیْلٌ﴾ (الزمر: ٦٢)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق اور وہی ہر چیز کا کارساز ہے۔

ایسے لوگ مشرکین عرب اور شیطانوں سے بھی بڑے کافر ہیں کیونکہ وہ مشرک کم از کم خالق کے وجود کا تو اقرار کرتے تھے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (الزخرف: ۸۷)

ترجمہ: اگر تم ان (مشرکوں) سے پوچھو کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے (پیدا کیا ہے)

اسی طرح قرآن مجید شیطان کے بارے میں فرماتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا:

﴿قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ﴾ (ص)

ترجمہ: میں اس (آدم علیہ السلام) سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے جبکہ اسے (آدم علیہ السلام کو) مٹی سے پیدا کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مشرکین اور شیطان اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا اقرار کرتے تھے، اور اگر کوئی مسلمان بھی کیمونسٹوں کی طرح کہے کہ اس چیز کو فطرت نے پیدا کیا ہے یا وہ ایسے ہی وجود میں آ گئی ہیں تو وہ بھی کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔

۲- اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کر دے کہ وہ رب ہے جیسے کہ فرعون نے کہا تھا:

﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ (النازعات:

ترجمہ: میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

تو ایسا دعویٰ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

۳- رب کے وجود کا اعتراف کرنے کے ساتھ یہ بھی دعویٰ کرنا کہ دنیا میں کچھ ولی اور قطب ہیں جو کائنات کی تدبیر کرتے اور اس کا نظام چلاتے ہیں ایسا کہنے

والے اپنے عقیدے میں قبل از اسلام کے مشرکوں سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ وہ مشرک یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ کائنات کی تدبیر کرنے والا اور اس کا نظام چلانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

ترجمہ: ان (کافروں) سے پوچھیے کہ تمہیں آسمان وزمین سے روزی دینے والا کون ہے؟ کون ہے جو سننے اور دیکھنے (کی طاقت) کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو مُردہ کو زندہ اور زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور کون ہے جو کائنات کی تدبیر کرتا (چلاتا) ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے تو ان سے کہو کہ پھر تم (اپنے اس اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں ہو۔

۴۔ بعض گمراہ کن صوفی یہ کفریہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے اندر حلول کر گئے ہیں جیسے کہ دمشق میں مدفون ابن عربی صوفی کا کہنا ہے کہ رب (رب بندہ اور بندہ رب ہے کاش میں جان لیتا کہ مکلّف کون ہے) اور ان کے ایک دوسرے شیطان کا کہنا ہے کہ گرجا کے اندر جو راہب ہے وہی اللہ ہے۔

اور ان گمراہ کن صوفیوں کے امام حلاج نے جب یہ کہا کہ میں وہ (اللہ) اور وہ (اللہ) میں ہوں تو علماء نے اسے قتل کرنے کا حکم صادر کیا چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا۔ (اور حلولیت کا یہ عقیدہ اگر زمانہ قدیم میں پایا جاتا تھا تو عصر حاضر میں بھی اس

عقیدے کو اپنانے والوں اور شیطانوں کی کمی نہیں چنانچہ ہندوستان کے ایک طاغوت کا کہنا ہے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

قارئین کرام کو یہ معلوم کر کے حیرت نہیں ہونی چاہئے کہ اس قسم کے کفریہ عقائد کا پرچار کرنے والے اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی صاحب ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ﴾

ترجمہ: اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ (مترجم)

نواقضِ ایمان میں سے ایک عبادت میں شرک کرنا ہے

ایمان کے منافی امور میں سے دوسری چیز یہ ہے کہ عبادت کے لائق الہ کا انکار کیا جائے یا اس کی عبادت میں دوسروں کو بھی شریک کیا جائے اس کی کئی قسمیں ہیں:

۱- وہ لوگ جو سورج، چاند، ستاروں، درختوں اور شیطانوں جیسی مخلوقات کی پوجا کرتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں اپنے لئے بھی کسی نفع ونقصان کی مالک نہیں چہ جائیکہ دوسروں کو فائدہ دیں۔

اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے جو کہ ان چیزوں کا خالق و مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَاتَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (فصلت: ۳۷)

ترجمہ: اور اس (اللہ) کی نشانیوں میں سے رات، دن، سورج اور چاند ہیں۔ اگر تم صرف اسی (اللہ) کی عبادت کرنے والے ہوتو پھر سورج چاند کے لئے سجدہ نہ کرو بلکہ اسی اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔

۲- عبادت میں شرک کی ضمن میں دوسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اولیاء کی مورتیوں یا قبروں جیسی مخلوقات کو اس کی عبادت میں شریک کر لیتے ہیں، ان مشرکوں کی حالت بالکل قبل از اسلام مشرکین عرب جیسی ہے جو اللہ کی عبادت کرتے اور مشکل وقت میں صرف اسی کو پکارتے۔

لیکن جب مشکل حل ہو جاتی اور آسانی کا وقت ہوتا تو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے جیسے قرآن کریم اس طرح ان کی حالت بیان فرماتا ہے:

﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِیْ الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ﴾ (سورة العنكبوت)

ترجمہ: جب وہ (مشرک) کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کے لئے دین خالص کرتے ہوئے صرف اس سے دعا کرتے اور جب (اللہ تعالیٰ) انہیں بچا کر خشکی میں لے جاتا تو پھر اس کے ساتھ شرک کرنے لگتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرک قرار دیا حالانکہ وہ جب جہاز ڈوبنے کا خطرہ محسوس کرتے تو صرف اللہ کو ہی پکارتے اور یہ اسی لئے کہ یہ مشرک لوگ صرف اللہ سے دعا کرنے پر برقرار نہیں رہتے تھے، بلکہ سمندر سے نکل آتے تو اللہ کے سوا دوسروں سے دعائیں مانگتے تھے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قبل از اسلام کے ان مشرکین عرب کو کافر قرار دیا ہے اور اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو انہیں قتل کرنے کا حکم دیا باوجود اس کے کہ وہ مشکل اوقات میں اپنے بتوں کو بھول کر صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے تو پھر ایسے مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا جو صرف عام حالات ہی میں نہیں بلکہ مشکل اوقات میں بھی اللہ کو چھوڑ کر فوت شدہ اولیاء کی قبروں پر جا کر ان سے شفاء رزق اور ہدایت جیسی وہ چیزیں طلب کرتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور ان اولیاء کے خالق کو بھول جاتے ہیں جو اکیلا ہے، شفا، ہدایت اور

رزق جیسی چیزوں کا مالک ہے اوراس کے مقابلے میں یہ اولیاء کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں بلکہ وہ تو پکارنے والوں کی پکار سننے پر بھی قادر نہیں ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَايَسْمَعُوْا دُعَآءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ (سورۃ فاطر)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری دعا نہیں سن سکتے ،اوراگر (بفرض محال) سن بھی لیں تو اسے قبول نہیں کر سکتے اور قیامت کے روز وہ تمہارے اس شرک کا انکار کردیں گے۔ اور تمہیں ہر چیز کی خبر دینے والی ذات (اللہ تعالیٰ) کی مانند کوئی نہیں بتائے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کھلے طور پر بیان کر دیا ہے کہ فوت شدہ لوگ اپنے پکارنے والوں کی دعائیں نہیں سنتے اور یہ کہ مردہ لوگوں سے دعا کرنا شرک اکبر ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ہم یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ یہ ولی یا بزرگ کسی نفع ونقصان کے مالک ہیں بلکہ ہم تو صرف اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے ان بزرگوں کا واسطہ دیتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں ہم اپنی دعائیں ان بزرگوں تک اور یہ بزرگ ہماری دعائیں اللہ تک پہنچاتے ہیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی باتیں کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس قسم کا

عقیدہ مشرکین مکہ کا تھا جن کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَايَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (سورہ یونس)

ترجمہ: اور یہ (مشرک) اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں کوئی نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتی اور یہ کہتے ہیں کہ یہ معبود اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے تو (اے نبی اکرم ﷺ) ان سے کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو آسمان وزمین کی کوئی ایسی بات بتانا چاہتے ہو جو اسے معلوم نہ ہو؟ (یعنی اللہ تعالیٰ ان کے گمراہ کن عقیدہ سے اچھی طرح باخبر ہے) وہ ذات (اللہ تعالیٰ) ان کے اس شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

تو یہ آیت بھی اس بات کی واضح دلیل ہوئی کہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والا اور اسے پکارنے والا مشرک ہے۔ اگر چہ اس کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ (بزرگ) کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں بلکہ صرف میرے سفارشی ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ مشرکوں کے بارے میں دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾ (سورۃ الزمر)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مولیٰ بنالیا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ

ہم ان (معبودوں) کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کردیتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ ان کی ایسی مختلف فیہ باتوں میں فیصلہ فرمائیں گےاور بے شک اللہ تعالیٰ کسی جھوٹے اور کفر کرنے والے کو ہدایت نہیں دیتے۔

یہ آیت بھی واضح دلیل ہے کہ تقرب کی نیت سے غیراللہ کو پکارنے والا کافر ہے۔ کیونکہ پکارنااوردعا کرنا عبادت میں سے ہے جیسے کہ ترمذی کی صحیح/حسن حدیث میں ہے۔

(اسی قسم کی ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ایسے مشرکوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں)

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّايَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ☆وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾ (سورة الأحقاف: ٥، ٦)

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکاروں کو سننے کے قابل ہی نہیں۔ بلکہ وہ تو ویسے ہی ان کی پکاروں سے بے خبر ہیں۔ اور جب (روز قیامت) لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو اس (مشرک) کے یہی معبود دشمن بن جائیں گے اور جو وہ ان کی عبادت کیا کرتا تھا اس کا انکار کردیں گے۔

(برادر مسلم! اس آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ذرا اپنے آپ کا جائزہ لیجئے کہیں غیر اللہ کو پکارنے جیسی گمراہیاں آپ کے اندر بھی تو سرایت نہیں کرچکیں)۔ (مترجم)

۴- اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام اور حدود کو نافذ نہ کرنا بھی نواقض ایمان سے ہے

خاص طور پر اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ یہ حدود اس زمانہ میں نا قابل تنفیذ ہیں۔
یا اسلامی شریعت کے مخالف قوانین کو نافذ کرنا جائز سمجھتا ہو، کیونکہ شریعت کا نفاذ بھی ایک عظیم عبادت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قانون سازی کا اختیار دینا ایسے ہی شرک ہے جیسے بتوں کو پوجا کرنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَايَعْلَمُوْنَ﴾ (سورة يوسف)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے حاکمیت نہیں ہے اسی نے حکم دیا ہے کہ تم اس (اللہ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو یہی دین راست ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

مزید ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ﴾ سورة المائده

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت سے فیصلہ نہیں کرتے وہ کافر لوگ ہیں۔

لیکن وہ شخص جو اللہ کی شریعت کو قابل تنفیذ سمجھتا ہو لیکن نفسانی خواہشات یا کسی مجبوری کے پیش نظر وہ شریعت کا فیصلہ نہیں کرتا تو ایسا شخص کافر نہیں بلکہ ظالم یا فاسق ہوگا جیسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے:

''کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم نہ کرے وہ کافر ہے اور جو تسلیم تو کرے لیکن اس سے فیصلہ نہ کرے تو وہ ظالم وفاسق ہوگا''

یہی علامہ ابن جریر کا اختیار کردہ قول ہے اور حضرت عطا فرماتے ہیں: کہ ایسا کرنا بھی چھوٹا کفر ہے۔

لیکن جو شخص اللہ کی شریعت ختم کر کے وضعی قوانین نافذ کرے اور سمجھے کہ یہی قوانین قابل عمل ہیں تو اس کا یہ عمل اس کو بالاتفاق اسلام سے خارج کر دے گا۔

۵- ایمان کے منافی امور میں یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اللہ کے احکام پر رضامند نہ ہو یا انہیں قبول کرنے میں تنگی اور گھٹن محسوس کرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً﴾ سورة النساء

ترجمہ: (اے نبی) ہرگز نہیں، تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں بن سکتے جب تک اپنے تنازعات میں تم سے فیصلہ نہیں لیتے اور پھر آپ کے فیصلے کو قبول کرنے میں کسی قسم کی تنگی یا حرج محسوس نہ کریں بلکہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں۔

اور اگر رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں مسلمانوں کے لئے نبی اکرم ﷺ کا فیصلہ تسلیم کرنا اور اسے قبول کرنا ضروری تھا تو ان کے فوت ہو جانے کے بعد انکی سنت کو عمل میں لانا اور اس سے فیصلہ لینا ضروری ہوگا۔

اور اللہ کے احکام کو قبول کرنے میں کراہت یا ناپسندیدگی کا اظہار ایسا فعل ہے جس سے انسان کے سبھی اعمال ضائع ہو جاتے ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾ سورة محمد

ترجمہ: اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ احکام کو ناپسند کیا تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔

تیسری قسم اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کرنا یا اس میں شرک یا طعن بازی کرنا ہے

۱- ایمان کے منافی امور میں یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کتاب وسنت میں ثابت شدہ اسماء وصفات کا انکار کرے جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علم کامل اس کی قدرت، زندگی، قوت سماعت، قوتِ بصارت، اس کے کلام، رحمت یا اس کا عرش پر بلند اور برقرار ہونا، آسمان دنیا پر نزول ہونا یا اس کے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، ٹانگیں، اور اس جیسی اللہ تعالیٰ کے لائق اور مخلوقات سے غیر مشابہ صفات کا انکار کرے۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ سورة الشورى

ترجمہ: اس (اللہ) جیسی کوئی بھی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مخلوق سے غیر مشابہ ہونے اور اپنے لئے قوت سماعت وبصارت کو ثابت کر کے یہ بتا دیا ہے کہ اس کی باقی صفات بھی ایسی ہی ہیں۔

۲- اسی طرح بعض ثابت شدہ صفات کی تاویل یا انہیں ان کے ظاہری معنیٰ سے تبدیل کرنا بھی بہت بڑی غلطی اور گمراہی ہے جیسے کہ عرش پر مستوی ہونے کو استیلاء (قادر ہونا) سے تاویل کرنا، جبکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں امام مجاہد اور ابی العالیہ سے استواء کی تفسیر ارتفاع اور بلندی کے معنیٰ میں نقل کی ہے اور دونوں کا شمار سلف میں ہے کیونکہ دونوں تابعی ہیں۔

صفات کی تاویل کرنا ان کی نفی کے مترادف ہے چنانچہ استواء کی تاویل استیلاء سے کرنے سے قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کی ثابت شدہ اس صفت کی نفی ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر بلند ہے حالانکہ یہ صفت قرآن وحدیث سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ سورة طهٰ

ترجمہ: رحمٰن (اللہ تعالیٰ) عرش پر عالی اور بلند ہوا۔

مزید فرمان ہے:

﴿ءَ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِيْ السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ﴾ سورة الملك

ترجمہ: کیا تم اس (ذات) سے مامون ہو گئے جو آسمان پر ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب لکھی جس میں یہ ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی اور وہ کتاب اللہ کے ہاں عرش پر لکھی ہے۔ (بخاری)

شیخ محمد امین شنقیطی (صاحب اضواء البیان) فرماتے ہیں: کہ صفات کی تاویل حقیقت میں ان کی تحریف کرنا ہے۔

چنانچہ وہ اپنی کتاب منہج ودراسات فی الاسماء والصفات صفحہ ۲۶ میں لکھتے ہیں:

ہم اپنے اس مقالہ کو دو باتوں پر ختم کر رہے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان تاویل کرنے والوں کے مدنظر ہونا چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ

نے جب انہیں (حطۃ) کہنے کا حکم دیا تو انہوں نے اسے (حنطۃ) سے تبدیل کر دیا اور نون کا اضافہ کر دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ان کی اس قباحت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَيْرَ الَّذِیْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزاً مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ سورة البقرة

ترجمہ: ظالموں نے جب بات (حطۃ) کو اس کے علاوہ (حنطۃ) سے بدل دیا جو ان سے کہی گئی تھی تو ہم نے پھر ظالموں پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے آسمان سے عذاب نازل کیا۔

اس طرح جب تاویل کرنے والوں سے استویٰ کہا گیا تو انہوں نے اس میں لام کا اضافہ کر کے اسے استولیٰ بنا دیا۔ چنانچہ ان کا اس لام کا اضافہ بالکل یہودیوں کے نون کے اضافہ کے مترادف ہے (اس کا تذکرہ ابن قیم نے کیا ہے)

۳- اللہ تعالیٰ کی کئی ایسی صفات ہیں جو اس کے لئے خاص ہیں اور کوئی دوسری ذات ان صفات میں اللہ تعالیٰ کی شریک نہیں ہوسکتی جیسے کہ علم غیب ہے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَايَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ﴾ سورة الانعام

ترجمہ: اور اسی (اللہ) کے پاس غیب کے علوم ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو وحی کے ذریعے بعض غیبی چیزیں بتا دیتا ہے جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿عَـالِـمُ الْـغَيْـبِ فَلَايُـظْهِـرُ عَـلٰـى غَيْبِـهٖ اَحَداً اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ سورة الجن

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ ہی) غیب کا علم جاننے والا ہے اور وہ کسی کو بھی اپنے اس علم غیب پر مطلع نہیں کرتا، سوائے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

(پھر اللہ تعالیٰ اپنے کسی رسول کو وحی کے ذریعہ غیبی چیز بتا دیتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس رسول کے پاس غیب کا علم ہے کیونکہ یہ تو صرف اللہ کے دیئے ہوئے علم میں سے ہے اور کسی مخلوق کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ازخود علم غیب حاصل کر سکے)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں:

جو شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ غیب کا علم جانتے تھے وہ جھوٹا اور کذاب آدمی ہے۔ (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ البوصیری کے یہ اشعار جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں لکھے ہیں اس کے کفر و ضلال کی ترجمانی کرتے ہیں

فإن من جودک الدنيا وضرتها

ومن علومک علم اللوح والقلم

تیرے ہی جود و کرم سے دنیا اور اس کی سوکن آخرت ہیں اور تیرے علوم میں علم لوح و قلم بھی ہے۔

کیونکہ دنیا اور آخرت اللہ کی مخلوق ہیں اور اسی کے فضل و کرم کا نتیجہ ہیں۔ نہ کہ رسول اللہ ﷺ کے فضل و کرم اور ان کی تخلیق کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰی﴾ سورۃ اللیل

ترجمہ: اور بے شک ہمارے لئے ہی دنیا اور آخرت ہے۔

اور البوصیری کا یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے کہ رسول اللہ ﷺ قلم سے لکھی جانے والی اور لوح محفوظ میں درج ہر بات کو جانتے ہیں۔ کیونکہ یہ ایسا مطلق علم غیب ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قُلْ لَّایَعْلَمُ مَنْ فِیْ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ﴾ سورۃ النمل

ترجمہ: (اے میرے نبی ﷺ) کہہ دو کہ آسمانوں اور زمین میں غیب جاننے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

اور اگر انبیاء کو غیب کا علم نہیں تو پھر اولیاء کو کیسے غیب کا علم ہوسکتا ہے بلکہ انہیں تو ان غیبی چیزوں کا بھی علم نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو بتاتے ہیں اور وہ اس لئے کہ ان اولیاء پر وحی نازل نہیں ہوتی بلکہ وحی کا نازل ہونا انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔

چنانچہ جو شخص بھی علم غیب کا دعویٰ کرے یا دعویٰ کرنے والے کی تصدیق کرے تو اس نے اپنا ایمان ضائع کردیا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس (خفیہ باتیں دریافت کرنے کے لئے) آئے اور پھر اس کی باتوں کی تصدیق کردے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والے (قرآن) کو جھٹلا دیا۔ (صحیح، احمد)

(کاہن وہ شخص ہے جو غیب جاننے کا دعویٰ کرے)

اس قسم کے دجالوں کاہنوں اور نجومیوں وغیرہ کی بتائی جانے والی خبریں حقیقت میں ان کے اندازہ، اتفاقات اور شیطانی وساوس کا نتیجہ ہوتی ہیں اور اگر وہ سچے ہوتے تو پھر انہیں چاہئے تھا کہ دشمنان اسلام کی سازشوں سے باخبر کرتے اور لوگوں پر بوجھ بن کر گمراہ کن طریقوں سے ان کا مال اکٹھا کرنے کی بجائے اپنے لئے زمین کے خزانے نکال لیتے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص کسی نجومی کے پاس کوئی بات دریافت کرنے کے لئے آئے تو اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی۔ (مسلم)

(بعض لوگ جب رسول اللہ ﷺ کے بعض غیبی امور کے متعلق احادیث جیسے کہ آخرت کے احوال اور مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں تو انہیں یہ وہم لاحق ہوتا ہے کہ آپ کو علم غیب تھا)

چنانچہ اس بارے میں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہ غیبی چیزیں تھیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو وحی یا کسی دوسرے ذریعہ سے دیا تھا۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ آپ ﷺ کو غیب کا علم تھا۔ غیب کا علم تو تب ہوتا جب آپ ﷺ کو ایسی باتیں ازخود معلوم ہو جاتیں) مترجم

۴۔ نواقض ایمان کی چوتھی قسم: یہ ہے کہ رسولوں کے بارے میں زبان درازی کی جائے چنانچہ کسی رسول کی رسالت کا انکار کرنا یا اس کی ذات میں طعن بازی کرنا بھی ایمان کے منافی امور میں ہے اس کی کئی قسمیں ہیں۔

۱- محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کرنا ایمان کے منافی ہے کیونکہ محمد ﷺ کے لئے اللہ کا رسول ہونے کی گواہی دینا ارکان ایمان میں سے ہے۔

۲- رسول اللہ ﷺ کے صدق، امانت اور عفت میں طعن کرنا ان کا مذاق اڑانا، انہیں حقیر خیال کرنا، یا ان کے افعال مبارکہ میں طعن بازی کرنا۔

۳- رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث میں طعن کرنا یا انہیں جھٹلانا یا پھر آپ ﷺ کی ان احادیث کا انکار کرنا جن میں رسول اللہ ﷺ نے دجال کے آنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے شریعت نافذ کرنے کے لئے نزول کرنے کی پیشین گوئیاں کی تھیں۔

۴- نبی اکرم ﷺ سے پہلے آنے والے رسولوں کا انکار کرنا، قرآن وحدیث میں مذکوران رسولوں اور ان کی قوموں کے درمیان پیش آنے والے واقعات کا انکار کرنا۔

۵- محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا شخص بھی کافر ہے جیسے کہ غلام احمد قادیانی نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسے دجالوں کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ سورة الاحزاب

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں عاقب (آخر میں آنے والا) ہوں جس

کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اور جوشخص بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ محمدﷺ کے بعد قادیانی یا کوئی دوسرا نبی ہے تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا اور اس کا ایمان ضائع ہو گیا۔

٦- ایمان کے منافی امور میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اللہﷺ کو کوئی ایسا وصف دیا جائے جو کہ اللہ کے لئے خاص ہو جیسے کہ بعض گمراہ کن صوفیوں نے آپﷺ کو مطلق علم غیب سے موصوف کیا ہے یہاں تک کہ ان کے کسی شاعر کا کہنا ہے:

اے علم غیب جاننے والے ہم نے تمہیں اپنا ملجا بنا لیا ہے۔

اے دلوں کی شفاء تم پر سلام ہو

٧- اسی طرح وہ لوگ ہیں جو آپﷺ سے نصرت، مدد اور شفا جیسی وہ چیزیں طلب کرتے ہیں جو کہ صرف اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں جیسے کہ آج کے بہت سے مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔ شاعر بوصیری نے کہا ہے:

ومن تکون برسول الله نصرتـــه

ان تلقه الاسد فی آجامهالم تهم

ما سامنی الدهر ضیماً واستجرت

الا ونـلت جـواراً منه لم یضـــم

جسے رسول اللہ سے مدد حاصل ہو

اگرچہ اسے شیر اپنے کچھار میں بھی ملے، اس کے لئے باعث پریشانی نہیں

مجھ سے زمانے نے جو بھی سودا کیا اور میں نے پناہ لی

مگر مجھے آپ کے پاس پناہ ضرور ملی اور کوئی ظلم بھی نہیں ہوا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ سورۃ الانفال

ترجمہ: اور نصرت تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

اور رسول اللہ ﷺ کے اس قول کے مخالف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب مانگو تو صرف اللہ سے مانگو اور جب مدد لو تو صرف اللہ سے مدد لو''۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا☆ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ سورۃ الجن

ترجمہ: اے نبی کہہ دو کہ میں تمہارے لئے کسی نقصان و ہدایت کا مالک نہیں ہوں اور کہہ دو کہ مجھے کوئی اللہ سے بچانے والا نہیں اور اس (اللہ) کے سوا میرا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں

یعنی تم کو نفع و نقصان پہنچانا تو کجا اپنا نفع و نقصان میرے قبضہ میں نہیں۔ اگر بالفرض میں اللہ کے حکم عدولی کروں تو کوئی شخص نہیں جو مجھے اللہ کی پکڑ سے بچالے اور کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں بھاگ کر پناہ لے سکوں۔

اور اگر یہ حالت امام الانبیاء سردارِ دو جہاں، محمد ﷺ کی ہے تو ان ہزاروں درجہ کم اولیاء اور بزرگوں کی کیا حالت ہوگی جن پر علم غیب جاننے کا بہتان لگایا جاتا ہے ان کے نام کی نیازیں مانی جاتی ہیں اور ان سے روزی، صحت اور مدد و نصرت

طلب کی جاتی ہے ان کے لئے قربانی کی جاتی ہے۔

(اور اگر روزی، تندرستی، مدد اور ہدایت جیسی اللہ سے مخصوص چیزوں کو کسی بڑے سے بڑے نبی سے مانگنا شرک اور ایمان کے منافی ہے تو لازمی بات ہے ایسی چیزوں کا کسی بزرگ یا ولی سے مانگنا بھی شرک اکبر ہے جس کا ارتکاب کرنے والا مشرک ہے) مترجم۔

۸- ہم رسولوں کے معجزات اور اولیاء کی کرامتوں کے منکر نہیں لیکن ان انبیاء اور اولیاء کو اللہ کا شریک بنا لینے کو جائز نہیں سمجھتے اور جس طرح اللہ کو پکارا جاتا ہے ایسے ہی ان انبیاء واولیاء کو پکارنے اور جیسے اللہ کے لئے نذریں نیازیں دی جاتی ہیں ایسے ہی ان انبیاء واولیاء کے لئے نذریں دینے اور قربانی دینے کو حرام قرار دیتے ہیں۔

(مسلمانوں کی دین سے لاعلمی اور کتاب وسنت سے دور ہونے کی وجہ سے مشرکانہ رسوم اس حد تک پھیل چکی ہیں کہ شائد ہی کوئی بستی یا محلّہ آپ کو کسی ایسے مزار سے خالی نظر آئے جس کی اللہ کے سوا عبادت نہ کی جارہی ہو اور اللہ کی راہ میں صدقہ خیرات کرنے کے بجائے اس قبر والے کے نام پر چڑھاوے نہ چڑھائے جارہے ہوں) مترجم۔

حتیٰ کہ اس قسم کے نام نہاد ولیوں کی قبروں پر دولت کے انبار لگ جاتے ہیں اور ان قبروں پر بیٹھنے والے مجاور اور گدی نشین اس دولت کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں کتنے ہی غریب لوگ بھوکوں مرجاتے ہیں جنہیں روٹی کا لقمہ تک

نصیب نہیں ہوتا۔ عربی کے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

بیچارے زندہ لوگوں کو ایک پائی نصیب نہیں ہوتی

جبکہ مُردوں پر لاکھوں روپے نچھاور کر دیئے جاتے ہیں

گمراہی اور حماقت کی انتہا صرف یہی نہیں ہے بلکہ آپ کو بہت سے مزار اور درگاہیں ملیں گی جن کی کوئی حقیقت نہیں، جو صرف اور صرف گمراہ کن پیروں اور مجاوروں کی پیداوار ہے تا کہ وہ ان مزاروں کا جھانسہ دے کر لوگوں سے نذر و نیاز اور مال اکٹھا کر سکیں، اگر چہ اس بات کی صداقت کے لئے ہزاروں واقعات موجود ہیں لیکن ذیل میں صرف دو واقعات ذکر کر رہے ہیں جن سے آپ ان خود ساختہ ولیوں اور ان کے مزاروں کی حقیقت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

۱- میرے ساتھی استاد کا کہنا ہے کہ صوفیوں کا ایک پیر اپنی ماں کے پاس آیا اور اس سے ایک خاص سڑک پر سبز جھنڈا لگانے کے لئے چندہ مانگا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ یہاں کوئی ولی اللہ مدفون ہے چنانچہ اس کی ماں نے اسے کچھ پیسے دے دیئے جس سے اس نے سبز کپڑا خریدا اور جھنڈا بنا کر دیوار پر لگا دیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ یہاں اللہ کا ولی دفن ہے، جس کی زیارت کا شرف مجھے خواب میں حاصل ہوا اس طرح سے اس نے لوگوں کو چکر دے کر مال اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ پھر جب حکومت نے سڑک کشادہ کرنے کے لئے وہ خود ساختہ قبر وہاں سے ہٹانا چاہی تو اس پیر نے یہ افواہ پھیلائی کہ جس مشین سے قبر گرانے کی کوشش کی گئی وہ مشین ٹوٹ گئی بعض لوگوں نے اس افواہ کو سچ جانا اور

یہ افواہ عام ہوگئی جس سے حکومت قبر نہ کھودنے پر مجبور ہوگئی پھر اس ملک کے مفتی صاحب نے مجھے بتایا کہ حکومت نے مجھے آدھی رات کے وقت قبر کے پاس طلب کیا (تاکہ اس قبر کی حقیقت معلوم کی جائے) فرماتے ہیں جب مشینوں اور کرین سے اس کی کھدائی کی گئی تو مفتی صاحب نے قبر کے اندر دیکھا تو وہ بالکل خالی تھی ۔جس سے یہ سمجھ میں آیا کہ یہ سب جھوٹ اور فراڈ تھا۔

۲- دوسرا قصہ حرم (بیت اللہ) کے ایک مدرس نے سنایا کہ دو فقیر آپس میں ملے اور ایک دوسرے سے اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی اسی اثناء میں ان کی نظر ایک خود ساختہ ولی کی قبر پر پڑی جس پر مال و دولت نچھاور کیا جارہا تھا یہ دیکھ کر ان میں سے ایک فقیر نے کہا کیوں نہ ہم بھی کوئی قبر کھود کر کسی ولی کو دفن کر دیں، تاکہ ہم کو بھی مال و دولت ملنے لگے، دوسرے فقیر نے اس رائے پر رضامندی کا اظہار کیا اور دونوں چل پڑے، راستے میں انہیں ایک چیختا ہوا گدھا دکھائی دیا تو انہوں نے اسے ذبح کر کے ایک گڑھے میں دبا دیا اور اس پر مزار بنا دیا پھر اس سے تبرک حاصل کرنے کے لئے دونوں اس پر لوٹنے لگے جب کچھ گزرنے والوں نے ان سے ماجرا پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہاں حبیش بن طبیش (بابا گدھے شاہ) نامی ایک ولی دفن ہیں، جنکی کرامتیں بیان کرنا مشکل ہیں ۔ لوگ بھی ان فقیروں کی ان باتوں سے دھوکہ کھا گئے اور انہوں نے اس پر نذریں نیازیں اور چڑھاوے چڑھانا شروع کر دیئے جب کافی مال اکٹھا ہوگیا تو اب ان فقیروں کا اسے تقسیم کرنے

پر اختلاف ہوگیا چنانچہ جب آپس میں جھگڑے تو راہ گیر بھی اکٹھے ہو گئے دونوں فقیروں میں سے ایک نے کہا: میں اس قبر والے ولی کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے تم سے کچھ بھی نہیں لیا دوسرے نے کہا: تم اس کے ولی ہونے کی کیسے قسم کھاتے ہو جب کہ ہم دونوں کو معلوم ہے کہ ہم نے تو یہاں پر گدھا دفن کیا ہے لوگ ان کی یہ باتیں سن کر حیران ہو گئے اور انہیں گالیاں بکتے ہوئے اپنی نذر و نیاز کا مال واپس لے لیا۔

(معلوم ہوتا ہے کہ ان فقیروں کو چکر بازی کا فن حاصل نہیں تھا اگر چند دن کے لئے کسی پیر ملاّ صاحب سے فیض یاب ہوجاتے تو یقیناً انہیں جھگڑنے اور اپنا راز فاش کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

قائین کرام! ذرا غور کیجئے کہ یہ ہیں گھوڑوں، گدھوں اور کتوں پر تعمیر ہونے والے مزار شریف جنہیں ولیوں کا نام دے کر عوام الناس کو گمراہ کیا جارہا ہے۔ انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات کا لقب دیا ہے وہ کتوں، گدھوں اور مٹی کے ڈھیروں کو اپنا خدا بنا بیٹھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ شرک ایسی چیز ہے جو بڑے سے بڑے دانشوروں کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْراً مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّايُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّايَسْمَعُوْنَ بِهَا اُوْلٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ سورة الاعراف : ١٧٩

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے تیار کیا ہے جن کے دل تو ہیں لیکن سمجھنے کے قابل نہیں ان کی آنکھیں ہیں جس سے دیکھتے نہیں۔ ان کے کان ہیں لیکن سنتے نہیں۔ ایسے لوگ جانوروں کی مانند بلکہ ان سے بھی بدترین ہیں یہی غافل لوگ ہیں۔

جب ان لوگوں نے اپنے دل ودماغ اور سمع و بصر کو اللہ کے دین کو سمجھنے اور اس کی مخلوقات کے بارے میں غور وتدبر کرنے پر صرف نہیں کیا تو جانوروں سے بھی کم درجہ میں جا پہنچے مخلوقات میں غور وفکر بھی انسان کو راہ راست پر لانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ کیونکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اللہ کی وحدانیت کا مظہر ہے) مترجم۔

بعض کفریہ اور باطل عقائد

ا- یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا محمد ﷺ کی وجہ سے پیدا کی ہے جس کی بنیاد من گھڑت حدیث کو بنایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے محمد ﷺ اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا)

علامہ ابن الجوزی فرماتے ہیں یہ حدیث جھوٹی اور من گھڑت ہے اور بوصیری نے کیا ہی جھوٹ گھڑا ہے کہ جب یہ کہا کہ:

وکیف تدعو الی الدنیا ضرورة من

لولاہ لم تخلق الدنیا من العدم

تمہیں کیسے دنیا کی کوئی ضرورت پیش آسکتی ہے

اگر تم نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود میں نہ آتی

کیونکہ اس قسم کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾

ترجمہ: یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

بلکہ محمد ﷺ کی پیدائش کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے فرماتے ہیں:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾

﴿ ترجمہ: اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ تمہیں موت آپہنچے۔

اسی طرح سبھی رسولوں کی پیدائش کا مقصد بھی اللہ کی عبادت کے لئے دعوت دینا

تھا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾

ترجمہ: اور یقیناً ہم نے ہر امت کی طرف رسول بھیجا کہ اے لوگو! ایک اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت کی عبادت سے بچو۔

یہ سبھی چیزیں معلوم ہو جانے کے بعد ایک مسلمان کو کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ قرآن کریم اور رسولوں کے طریقہ کے مخالف عقیدہ اپنائے۔

۲- یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی پیدا کیا اور پھر اس سے دوسری چیزیں پیدا کیں یہ بھی ایسا گمراہ کن عقیدہ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ عجیب یہ ہے کہ اس قسم کی باتوں کا ذکر مصر کے مشہور عالم محمد متولی شعراوی نے اپنی کتاب (انت تسأل والإسلام یجیب) میں النور المحمدی وبدایة الخلیقة کے عنوان کے تحت کیا ہے۔

سوال: ایک حدیث میں آتا ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسی چیز سب سے پہلے پیدا ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے جابر تیرے نبی کا نور۔

اس حدیث کو اس حقیقت کے ساتھ کیسے جمع کیا جا سکتا ہے کہ سب سے پہلی مخلوق آدم ہیں اور ان کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے؟

جواب: کمال مطلق اور فطرت کا تقاضا یہی ہے کہ پہلے اعلیٰ چیز پیدا کی جائے اس

کے بعد اس سے کمتر چیز پیدا کی جائے اور یہ معقول بات نہیں کہ پہلے تو مٹی کا مادہ پیدا کیا جائے اور پھر اس سے محمد کو پیدا کیا جائے کیونکہ انسانوں میں اعلیٰ ترین، رسول ہیں اور سب رسولوں میں اعلیٰ ترین محمد بن عبداللہ ہیں، اس لئے یہ ناممکن ہے کہ پہلے کوئی مادہ پیدا کر کے اس سے محمد کو پیدا کیا جائے اس سے پتہ چلا کہ نور محمدی کا پہلے پایا جانا ضروری ہے جس سے دوسری اشیاء کو پیدا کیا گیا اور حضرت جابر کی یہ حدیث اس کا مصداق ہے، اسی طرح سائنس بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ پہلے نور پیدا کیا گیا اور پھر اس سے دوسری چیزیں پیدا ہوئیں۔ (صفحہ ۳۸)

شعراوی کا یہ جواب درج ذیل وجوہات سے مردود ہے:

۱- یہ عقیدہ قرآن کریم کی اس آیت سے متضاد ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَراً مِّنْ طِيْنٍ﴾

ترجمہ: اے (پیغمبر) جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔

مزید فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ﴾

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ) جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اس کے بعد نطفہ (منی) سے پیدا کیا۔

علامہ ابن جریر طبری اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے

تمہارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا اس کے بعد تم کو نطفہ سے پیدا کیا۔

اسی طرح شعراوی کی یہ بات اس حدیث کے بھی خلاف ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے: تم سبھی آدم سے ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ (رواہ البزار وصححہ الالبانی فی صحیح الجامع ۴۴۴۴)

۲- دوسرا یہ کہ شعراوی کا یہ فلسفہ کہ فطری طور پر پہلے اعلیٰ چیز پیدا ہوتی ہے پھر اس سے ادنیٰ کا حصول ہوتا ہے، یہ بھی قرآن کے مخالف ہے، بلکہ یہ شیطانی فلسفہ جس کا قرآن نے رد کیا ہے، شیطان نے کہا تھا:

﴿قَالَ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَارٍ وَّ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ﴾

ترجمہ: کہ میں اس (آدم علیہ السلام) سے بہتر ہوں کیونکہ مجھے تُو نے آگ سے پیدا کیا جبکہ آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں، شیطان نے بہتر ہونے کا دعویٰ اس لئے کیا تھا کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا اور شیطان آگ سے پیدا ہوا تھا اور اس کے خیال میں آگ مٹی سے بہتر ہے۔

اسی طرح کی تفسیر علامہ ابن جریر نے بیان کی ہے کہ شیطان نے اپنے رب سے کہا میں آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کروں گا کیونکہ میں ان سے افضل ہوں مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے، اور آگ مٹی کو جلا دیتی ہے۔ اس لئے آگ مٹی سے بہتر ہے، اور میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں۔

جبکہ عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کسی مادہ کی تخلیق ہوئی ہو پھر اس سے محمد ﷺ کو پیدا

کیا گیا چنانچہ صحیح یہی ہے کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور محمد ﷺ اس آدم علیہ السلام کی نسل اور اولاد ہیں جیسے کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: (انا سید ولد آدم......)

ترجمہ: میں آدم کی اولاد کا سردار ہوں۔ (مسلم)

۳- تیسرا یہ کہ شعراوی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے نور محمدی کا وجود میں آنا ضروری ہے، یہ ایسا قول ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ قرآن سے ثابت ہے کہ انسانوں میں سب سے پہلے آدم اور باقی مخلوقات میں عرش کے بعد سب سے پہلے قلم کو بنایا گیا جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا۔ (ترمذی، صححہ الالبانی)

جب کہ نور محمدی کے فلسفے کا قرآن وسنت یا عقلی لحاظ سے کوئی وجود ہی نہیں قرآن رسول اللہ ﷺ سے کہہ رہا ہے کہ وہ لوگوں کو برملا فرما دیں:

﴿قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحىٰ اِلَيَّ ......﴾

ترجمہ: کہہ دو کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں صرف مجھ پر وحی کی جاتی ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا کہ:

میں تمہارے جیسا انسان ہوں۔ (احمد صححہ الالبانی)

اور یہ بھی ہر عقلمند کو معلوم ہے کہ محمد ﷺ اپنے والدین عبداللہ اور آمنہ سے ایسے ہی پیدا ہوئے جیسے باقی انسان پیدا ہوتے ہیں پھر آپ کی اپنے دادا اور چچا کے ہاتھوں پرورش ہوئی۔

ان باتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ انسانوں میں سب سے پہلے پیدا ہونے والے آدم علیہ السلام اور باقی مخلوقات میں سب سے پہلے پیدا ہونے والی چیز قلم ہے۔ اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کو اول المخلوقات کہنے والوں کا بھی کھلے طور پر رد ہو گیا، اور معلوم ہوا کہ ایسا عقیدہ قرآن وحدیث کے منافی ہے۔

اگرچہ بعض ایسی احادیث وارد ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے قبل رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا لکھا ہوا تھا جیسے آپ ﷺ فرماتے ہیں: '' آدم ابھی تک گوندھی ہوئی مٹی میں تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خاتم النبیین لکھ دیا'' (صححہ الالبانی)

چنانچہ اس حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ نے میرا خاتم النبیین ہونا لکھ دیا تھا، یہ نہیں فرمایا کہ مجھے پیدا کیا تھا۔

اسی طرح ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: (آدم علیہ السلام ابھی تک روح اور جسم کے درمیانی حالت میں تھے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا دیا تھا۔

اس سے بھی یہی مراد ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کا رسول ہونا اس وقت مقدر کر دیا تھا۔

ایک حدیث میں ہے:

((كُنتُ اَوَّلَ النَّبِيِّينَ فِيُ الْخَلُقِ وَآخِرَهُمُ فِيُ الْبَعُثِ......))

ترجمہ: (میں نبیوں سے سب سے پہلے پیدا ہونے والا اور سب سے آخر میں آنے والا ہوں)۔

لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیونکہ اسے علامہ ابن کثیر، مناوی اور البانی نے

ضعیف قرار دیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ حدیث قرآن اور سابقہ صحیح احادیث کے مخالف ہونے کے علاوہ عقل وحس کے بھی مخالف ہے کیونکہ آدم علیہ السلام سے پہلے کوئی بشر پیدا نہیں ہوا۔

۴ - شعراوی کا کہنا ہے کہ نور محمدی سے دوسری سبھی چیزیں پیدا ہوئیں اور سب چیزوں میں آدم علیہ السلام، شیطان، انسان، جن، حیوانات اور حشرات جراثیم وغیرہ بھی شامل ہیں تو شعراوی کے اس قول کا تقاضا تو یہی ہوا کہ مذکورہ بالا سبھی چیزیں بھی نور سے پیدا ہوئی ہیں حالانکہ یہ قرآن کے مخالف بات ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا اور انسان کی پیدائش منی کی بوند سے ہوئی۔

اسی طرح شعراوی کی یہ بات رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے بھی مخالف ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

(فرشتوں کو نور سے پیدا کیا گیا، اور جنوں کو آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو جیسے اس کا وصف گزرا ہے ویسے (یعنی مٹی سے) پیدا کیا گیا)۔

اس طرح یہ بات عقل وحس کے بھی مخالف ہے کیونکہ انسان وحیوان تناسل وتوالد کے ذریعے پیدا ہوتے ہیں، اور اگر نقصان دہ جراثیم اور موذی حشرات بھی نور محمدی سے پیدا ہوئے ہیں تو پھر ہم انہیں مارتے کیوں ہیں جبکہ ہمیں ان میں سے سانپ، اژدھے، چھپکلی، مچھر، اور گرگٹ کو انکے موذی ہونے کی وجہ سے مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۵- پھر شعراوی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب شدہ حدیث کو اپنے اس قول کی دلیل بنایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جابر! سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا گیا۔

تو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا جانے والا جھوٹ ہے اور شعراوی کے دعویٰ کی دلیل ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ ان قرآنی آیات کے بھی مخالف ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسانوں میں حضرت آدم علیہ السلام اولین مخلوق اور باقی چیزوں میں قلم سب سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔ اور محمد ﷺ بھی حضرت آدم علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں۔ بلکہ قرآن کی زبانی وہ ہماری ہی طرح انسان ہیں البتہ اللہ نے ان کو نبوت اور وحی سے نوازا ہے۔ چنانچہ وہ نور نہیں بلکہ باقی انسانوں کی طرح ایک انسان ہیں، اور صحابہ کرام نے بھی رسول اللہ ﷺ کو ایک بشر کی حیثیت سے جانا ہے نہ کہ نور ہونے کی حیثیت سے۔

اور جس حدیث کو شعراوی نے صحیح کہا ہے وہ اہل حدیث کے نزدیک غلط، جھوٹ اور گھڑی ہوئی ہے۔

٦- گمراہ کن عقائد میں سے بعض صوفیوں کا یہ قول بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں اپنے نور سے پیدا کیں، چنانچہ شعراوی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جب ہم کو یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ نے تمام چیزیں اپنے نور سے پیدا کیں اور یہ صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ نوری شعاع سے باقی مادی چیزیں وجود میں آئیں۔

یہ بھی ایسی بے ہودہ بات ہے جس کی قرآن وسنت اور عقلی لحاظ سے کوئی دلیل نہیں

پہلے اس بات کا بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے، شیطان کو آگ سے، اور لوگوں کو نطفہ سے پیدا کیا ہے۔

اتنا ہی سمجھ لینا شعراوی کی اس بات کا رد کرنے کے لئے کافی ہے۔ دوسرا یہ کہ شعراوی کی یہ باتیں آپس میں متضاد ہیں پہلے تو وہ یہ کہہ رہے تھے کہ سبھی چیزیں نور محمدی سے پیدا کی گئی ہیں اور یہاں یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں اپنے نور سے پیدا کیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نور اور نور محمدی میں بہت فرق ہے۔

پھر یہ کہ اللہ کے نور سے پیدا ہونے والی چیزوں میں سانپ، بچھو، بندر اور خنزیر وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر ان موذی جانوروں کو ہم کیوں مارتے ہیں۔

برادر مسلم! اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھئے کہیں آپ میں تو ایسے گمراہ کن عقائد سرایت نہیں کر گئے ہیں۔ اگر کہیں آپ اس قسم کی وبا میں مبتلا ہیں تو اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کیجئے کیونکہ یہ ایسے گمراہ کن عقائد ہیں جن سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے (اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ہدایت نصیب فرمائے آمین)

''یا اللہ ہمیں حق بات کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، اور باطل کو باطل سمجھ کر اس سے بچنے کی توفیق عطا کر اور ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما''۔ (آمین یارب العالمین)